

حکیم اور دو اپریل 2000ء کو ملتان میں
منعقد ہونے والا انٹرنیشنل کانفرنس کے موقع پر اشاعت خاص

جماعت اہل سنت پاکستان

تاریخ، اہداف، عزائم

اہل سنت و جماعت کا اجمالی تعارف

شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری
علامہ یسین اختر مصباحی مدظلہ، وحلی

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ،
لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اہل سنت و جماعت

راہ ہدایت

آج اکثر و بیشتر افراد یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مختلف مکاتب فکر میں سے کون راہ ہدایت پر ہے اور کون باطل پر؟ کس کی ہمنوائی کی جائے اور کس سے راہنمائی حاصل کی جائے؟ ہر طبقہ حقانیت کا دعویٰ دار ہے اور اپنے حق میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا ہے، دوسرے طبقوں کو باطل اور گمراہ قرار دیتا ہے، عام آدمی الجھ کر رہ جاتا ہے کہ کس کی بات مانے اور کس کی نہ مانے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے درج ذیل سطور قلب بند کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق و صداقت کے طلب گزاروں کو راہ ہدایت دکھائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ یوں تعلیم فرمایا ہے:

اهدنا الصراط المستقیم

ہمیں راہ راست کی ہدایت فرما!

ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ راہ راست وہی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے، اس لئے ساتھ ہی فرمادیا:

صراط الذین انعمت علیہم

ان لوگوں کی راہ جن پر توفیق انعام فرمایا

یہ بھی قرآن پاک میں واضح فرمادیا کہ انعام یافتگان کون ہیں؟

من یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین

و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقاً۔

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ

اعلیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ کے علاوہ تمام فرقے جہنم میں جائیں گے،

صحابہ کرام نے عرض کیا، وہ کون سا گروہ ہے؟ فرمایا:

ما انا علیہ و اصحابی

وہ جماعت جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذذ فی النار۔

سوا و اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو، کیونکہ جو علیحدہ ہوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسا گروہ ہے؟ جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین

ایسے انعام یافتہ حضرات کی راہ پر گامزن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام

کے طریق پر کاربند ہے اور جسے سوا و اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تھوڑی سی سوچ بوجھ

رکھنے والا انسان بلا تامل یہ کہے گا کہ وہ مقدس گروہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔

حدیث شریف: "ما انا علیہ و اصحابی" سے ہی اہل سنت و جماعت کا لقب ماخوذ

ہے۔ اہل سنت: ما انا علیہ (جو میری سنت پر عمل پیرا ہو) کا ترجمان ہے اور جماعت اصحابی

کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ اور سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہوں۔

ملت اسلامیہ کے مسلم راہنما، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، بزرگان دین، ائمہ اربعہ، امام

اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سلاسل طریقت کے پیشوا حضور سیدنا

غوث اعظم، حضرت بماء الدین نقشبند، حضرت شیخ شہاب الدین سروردی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الہی، حضرت خواجہ بختیار کاکی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

ائمہ محدثین میں سے صحاح ستہ کے مصنفین اور دیگر جلیل القدر مشائخ حدیث، مفسرین میں سے امام مجاہد، ابن جریر، طبری، فخر رازی، علامہ سیوطی، علامہ صاوی، علامہ الوسی، فاتحین اسلام میں سے حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت محمد بن قاسم، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمود غزنوی، سلطان اورنگ زیب عالمگیر۔

اسی طرح سرشاران عشق و محبت میں رومی، جامی، سعدی، بو میری اور خسرو، اسلامی فلسفہ و تصوف کے سرخیل حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، ابن عربی، امام قسیری اور امام غزالی دور آخر کے علماء و مشائخ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ فضل رسول بدایونی، شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی، پیر مرعلی شاہ، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری قدس سرہ۔

یہ سب حضرات کون تھے؟ ان میں صدیقین بھی ہیں، شہداء اور صالحین بھی ہیں، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی اور سروردی ہونے کے باوجود ان میں سب سے بڑی قدر مشترک یہ ہے کہ یہ سب اہل سنت و جماعت تھے۔ اہل سنت کے لئے یہ کتنے فخر کی بات ہے؟ کہ وہ ان تمام حضرات کے طریقے پر ہیں۔ ان کا ماضی نہایت تابناک اور قابل فخر ہے۔ انہی کے لئے یہ مرثدہ ہے: وحسن اولئکہ فیقا اور انہی کے لئے یہ تمغہ صداقت ہے کہ وہ سوا اعظم ہیں۔

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ دور میں سوا اعظم کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین سے سچی محبت رکھنے والے اور ان کے طریقے پر کون ہیں؟ یہ وہی طبقہ ہے جسے آج عرف عام میں بریلوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بریلوی کوئی فرقہ یا گروہ نہیں ہے، بلکہ یہ اہل سنت و جماعت کا علامتی نشان ہے، کیونکہ

پچیسویں صدی میں جب ہر طرف افرا تفری کا دور دورہ تھا اور فرق باطلہ کی بھرپور یلغار مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے تھی، اس وقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے سلف

الہین کے مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت کے لئے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا اور مخالفین پر وہ کاری ضرب لگائی کہ وہ آج بھی زخم چالتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، ورنہ امام احمد رضا بریلوی نے کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا تھا۔ مخالفین بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ مشہور مورخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع الہدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کواہل السنۃ کتار رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔ (1)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مخالفین خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم روش پر شدت سے قائم رہنے والوں کے پیشوا زیادہ تر علماء بریلی اور بدایوں ہی تھے۔

یہی حقیقت شیخ محمد اکرام ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔ (2)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث نے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی، حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

اس بیان سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب قدیم مسلمان اسی عقیدے کے حامل تھے جنہیں آج کے عرف میں بریلوی کہا جاتا ہے تو فرقہ واریت اور انتشار پھیلانے کے ذمہ دار عام روی ہوں گے جنہوں نے سادہ لوح عوام کو دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد بنانے کی مہم چلائی ہے۔ طرفہ تماشایہ کہ یہی عناصر آج پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کو چھڑانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نوزائیدہ فرقہ عوام اہل سنت کو اپنے دام تودر میں پھنسا کر اپنے ساتھ مانے کی کوشش کر رہا ہے اور اہل سنت و جماعت کا

اسباب و عوامل کچھ بھی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک جہاد کا سیلابی سے ہمارا دلی اور
انگریزوں نے اپنا اقتدار بحال کر کے تحریک آزادی سے تعلق رکھنے والے علماء اور مجاہدین پر
ظالم ڈھائے کہ ہلاکو، چنگیز، ہٹلر اور موسولینی ایسے سفاک بھی پیچھے رہ گئے۔ مجاہدین کو کالے پانی
کی سزا دی گئی، جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر تیل کے
کڑھاؤ میں ڈالا گیا۔ سکھ رجنٹ سے سرعام اغلام کرایا گیا۔ جامع مسجد فتح پوری سے قلعہ کے
دروازے تک مسلمانوں کی لاشیں درختوں سے لٹکائی گئیں۔ مجاہدین کو توپ سے اڑایا گیا
مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور حوضوں میں گھوڑوں کی لید ڈالی گئی۔ غرض یہ کہ وحشت و
درندگی کا کوئی مظاہرہ ایسا نہ تھا جو نہ کیا گیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مداری دلاور جنگ، مولانا کفایت علی کافی،
مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدر الدین آزرودہ، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، مولانا فیض احمد
بدایونی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی وغیرہم یہ تمام علماء اہل سنت ہی تھے جن کی قیادت اور
شہولیت نے تحریک کو شعلہ بدایاں بنا دیا تھا ان میں سے بعض کو کالے پانی کی سزا دی گئی، بعض
کو سرعام پھانسی پر چڑھا دیا گیا، بعض کو انگریزوں نے شہید کر دیا اور بعض کی جائیداد
ضبط کر لی گئی۔
علمائے اہلحدیث کا موقف معلوم کرنے کے لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی
تصنیف ترجمان وہابیہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی تصنیف ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ کا
مطالعہ مفید رہے گا جس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں حکومت برطانیہ سے جہاد کو ناجائز
قرار دیا ہے۔

علمائے دیوبند نے کہاں تک جنگ آزادی میں حصہ لیا، اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس
سے کیا جاسکتا ہے۔ ہوا یہ کہ کسی مخبر نے بنا برخصامت مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد
قاسم نانوتوی کے باغی ہونے کی خبری کر دی، اس سے آگے مولوی عاشق الہی میرٹھی کی زبانی
سنئے:

”یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یادہ گوئی نے ان کو باغی و شہید و

پیغام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا تعلق
کرو، ایمان محفوظ رہے گا۔ ایمان محفوظ رہا، تو سب کچھ محفوظ ہوگا اور اگر ایمان ہی نہ رہا،
بھی نہ رہے گا۔

یاد رہے کہ مخالفین نے اہل سنت و جماعت کو ایک فرقہ کے روپ میں پیش کرنے
لئے ”بریلوی“ کا لقب دیا، جبکہ ”بریلوی“ کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔
اس تمہید کے بعد آئیے دور آخر میں اہل سنت کی دینی اور سیاسی خدمات کا مختصراً جائزہ
لیں:

جنگ آزادی 1857ء

متحدہ پاک و ہند میں جب سے اسلام کی ضیاء پہنچی، محراب و منبر، سجادہ و خانقاہ اور قص
حکومت و امارت، جہاں سے بھی دین متین کی خدمت و تبلیغ ہوئی، اس کا سرا اہل سنت کے سر
رہا، حتیٰ کہ سرزمین ہند پر انگریز کے منحوس قدم پہنچے، جہاں تقریباً ایک ہزار سال مسلمان غلام
کی حیثیت سے حکمرانی کر چکے تھے۔ انگریز اس سرزمین پر تاجر بن کر آیا تھا، پھر رفتہ رفتہ اپنی
ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں سے اقتدار پر قابض ہو گیا۔ مسلمان بادشاہ کے اختیارات سلب
کر لئے، مساجد مندم کی گئیں۔ مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا
بلکہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے سازشوں کے جال بچھائے گئے۔ صرف مسلمان ہی نہیں،
ہندو بھی اپنا مذہب خطرے میں محسوس کرنے لگے۔ میرٹھ میں جب مسلمان فوجیوں کو سور کی
چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کارٹوس دانٹوں سے کاٹنے پر مجبور کیا گیا تو
مسلمان اور ہندو فوجی بھڑک اٹھے اور انگریز کے خلاف جنگ شروع کر دی۔

غیظ و غضب میں بھرے ہوئے فوجی انگریزوں کو پامال کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور بہادر
شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا۔ جنرل بخت خان بھی فوج لے کر بریلی سے دہلی پہنچ گئے۔ اس
وقت علماء اہل سنت ہی تھے جنہوں نے فرضیت جہاد کے فتوے صادر کئے اور اپنی تقریروں سے
عوام و خواص میں روح جہاد پھونک دی۔ انہی کی تحریک اور قیادت کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کفن
بردوش میدان جنگ میں کود پڑے اور داو شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا، اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی، اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیت خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ (3)
اس سے آگے لکھتے ہیں:

آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں، تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا، تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (4)

یہ صحیح ہے کہ یہ تحریک وقتی طور پر کامیاب نہ ہو سکی اور مسلمانوں کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس تحریک نے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی وہ شمع روشن کر دی جو بالآخر استخلاص وطن اور قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ پاکستان کے متعصب مورخ کی کس قدر احسان ناشناسی ہے کہ اس کا قلم ان مجاہدین کو خزان تحسین پیش کرنے کے لئے چند سطریں بھی لکھنے کا روادار نہیں ہے۔

تحریک ترک موالات

تقریباً 1919ء میں جب انگریزوں نے ترکوں پر ظلم و تشدد کی انتہاء کر دی، تو اس کے رد عمل میں تحریک خلافت شروع ہوئی اور مسلمانوں نے ہر ممکن طریقے سے جبر و استبداد کی مذمت کی۔ مسلمانوں کے فطری جوش و خروش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گاندھی نے ترک موالات کا اعلان کر دیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ انگریزوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ تحفے اور جاگیریں واپس کر دی جائیں۔ ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔ اس تحریک کا اس شد و مد سے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کی لپیٹ میں آ گئے۔

معاملہ یہاں تک بڑھا کہ گاندھی امام تھا اور کانگریسی علماء دست بستہ اور چشم بستہ اس کے مقتدی بنے ہوئے تھے اور اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان تھے کہ ”اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی، تو مسلمان گاندھی نبی ہوتے“ کوئی کہتا ”زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا“ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کر لو گے، تو خدا راضی ہوگا“ کسی نے یوں اظہار عقیدت کیا کہ ”ان

(جی) کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں، وہی ماننا ہوں اور میرا حال تو سرسبز ہے“

عرے کہ بیایات و احادیث گزشتہ
رفیق و ثار بت پرستے کردی

کسی نے متانہ وار یہ نعرہ لگایا کہ ”میں اپنے لئے بعد رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں۔“ جب قائدین ایسے ہوں گے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

خان عبدالوحید خان لکھتے ہیں: جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند کی تقریریں کرائی گئیں، ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں نے تھقے لگائے، گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھر میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا، گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاویٰ اونٹوں کی پشت سے تقسیم کئے گئے۔ (5)

ایسے بلاخیز دور میں کلمہ حق کہنا معمولی دل گردے کا کام نہ تھا۔ اس تحریک کی مخالفت کرنے والے پر فوراً ”انگریز پرستی کا الزام لگادیا جاتا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کا سفینہ گنگا و جمناس میں غرق ہو جاتا کہ بریلی سے امام احمد رضا بریلوی نے کسی کی پرواہ کئے بغیر اس قوت سے نعرۂ حق بلند کیا کہ باطل کی بنیادیں ہل گئیں۔ آپ نے بستر عیالات سے نہایت وقیع کتاب ”المحجۃ الموعودۃ“ لکھ کر ہندوؤں اور ہندو نوازوں کے شکوک و شبہات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور واشگاف الفاظ میں بتایا کہ ہندو مسلم اتحاد تو کجا مسلمانوں کو کفار سے محبت رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین ہستی ہیں جنہوں نے بیابانک دہل اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں۔ ان کا آپس میں کسی صورت میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی نے ”التنفیس الفکر فی قریبان البقر“ لکھ کر ہندوؤں کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ ہندو چاہتے تھے کہ کسی طور مسلمان لگائے کی قربانی

سے باز آجائیں چنانچہ انہوں نے بعض علماء سے فتوے بھی حاصل کر لئے کہ اگر ہندوؤں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے گائے کی قربانی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: گائے کی قربانی شعار اسلام اور ہمارا حق ہے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ شعار اسلام پر پابندی لگائے، آپ کے فتویٰ کی اشاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر ہندوؤں کو ایسی سازش کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کہنا یہ ہے کہ آپ نے ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت کی اور انہیں احساس دلایا کہ وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔

1935ء میں مولوی حسین احمد مدنی نے ایک تقریر میں کہا کہ ”قومیں اوطان سے بنتی ہیں“ یعنی ایک وطن میں رہنے والے خلودہ مسلمان ہوں یا ہندو اور سکھ، ایک ہی قوم ہیں۔ علامہ اقبال نے اسے غیر اسلامی نظریہ قرار دیا اور اپنے عقیدے کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

عجم ہنوز نداند رموز دینِ دورہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالہئی است
مرود بر سر منبر کہ ملت از دین است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
عصفی برسل خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بلا نہ رسیدی تمام بولہی است
علماء دیوبند مجموعی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف اور گاندھی سیاست کے پیروکار رہے ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی، مولوی محمود حسن، ابوالکلام آزاد، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولوی حفظ الرحمن سیوہاروی، مفتی کفایت اللہ، مولوی احمد سعید وغیرہم نے جس شد و مد سے تحریک پاکستان کی مخالفت اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے جب ان لوگوں کو دعوت دی گئی کہ آپ بھی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آجائیں، تاکہ مل جل کر استقلال وطن کی کوشش کی جائے تو انہوں نے اتنی خطیر رقم کا مطالبہ کیا جس کے ادا کرنے سے مسلم لیگ قاصر تھی۔ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں:

ان اجلاسوں (جون 1936ء) سے مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات مسلم لیگ کے لئے پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم

اسی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہنا کہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے، اس لئے صرف قوی جذبے کے پیش نظر کام کیا جائے۔

مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رقتہ رقتہ کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی۔ (6)

پاکستان میں رہنے والے دیوبندی علماء، تحریک پاکستان کی مخالفت پر آج بھی کوئی ندامت محسوس نہیں کرتے، بلکہ اپنے اس کارنامے پر فخر کرتے ہیں۔ مفتی محمود نے ایک میٹنگ میں ملام کا تھا:

خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے (مضمونا)
ہمیں ان جانبدار مورخوں پر تعجب ہے جو تحریک پاکستان کی کامیابی کا سرِ اعلیٰ دیوبند کے سرِ بلند ہتھے ہوئے ذرہ بھر نہیں پہنچاتے۔ تاریخ کا معمولی سا مطالعہ رکھنے والا طالب علم بھی محسوس کرتا ہے کہ یہ تاریخ بیان نہیں کی جا رہی، بلکہ تاریخ بنائی جا رہی ہے، شاید انہیں علم نہیں ہے کہ تاریخی حقائق لاکھ پردے ڈالنے کے باوجود بھی کسی نہ کسی وقت بے نقاب ہو کر رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز وہ وقت جلد آنے والا ہے جب نظریہ پاکستان کے حامی اور مخالف صاف پہچانے جاسکیں گے۔

یہ نہیں کہ لہام احمد رضا بریلوی، آزادی وطن کے مخالف تھے، انہیں اس طریق کار اور انداز فکر سے اختلاف تھا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا جدِ اگانہ تشخص مٹ جاتا یا کم از کم مضمحل ہو جاتا، خدا نخواستہ اگر ایسی صورت ہوتی، تو آج پاکستان کا نام و نشان کہیں نہ ملتا، آپ نے ایک ملاقات میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی سے فرمایا:

مولانا: میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔ (7)

تحریک پاکستان

اہل سنت و جماعت ابتداء ہی سے دو قومی نظریہ کے حامی بلکہ داعی رہے ہیں۔ 1921ء میں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے تلامذہ 'خلفاء' معتقدین اور آپ کے ہم مسلک علم نے ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔

1931ء میں جب علامہ اقبال نے خطبہ آلہ آباد میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو کانگریس حلقوں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ اس موقع پر صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی غالباً "پہلے عالم دین تھے جنہوں نے اس تجویز کی پر زور حمایت کی اور فرمایا:

ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا؟ یہ ہندو اخبارات کے دیکھنے سے ظاہر ہو گا، کیا یہ کوئی نا انصافی کی بات تھی۔ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا۔۔۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوک زباں پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کھلانے والی جماعت (کانگریسی علماء) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پینا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں۔ (8)

آل انڈیا سنی کانفرنس

یوں تو مسلم لیگ کو قیام کے وقت سے ہی مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور جگہ جگہ اس کی شاخیں بھی قائم تھیں جو پوری تہذیبی سے کام کر رہی تھیں، لیکن مطالبہ پاکستان میں جان اس وقت پیدا ہوئی، جب اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے متفقہ طور پر قیام پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی اور نظریہ پاکستان کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، اہل سنت کی تنظیم "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ان کی شبانہ روز انتھک محنت کے نتیجے میں 27 تا 30 اپریل 1946ء آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا چار روزہ اجلاس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ اس موقع پر بنارس، رشک چمن بنا ہوا تھا۔ یوں معلوم ہوا تھا کہ سرزمین بنارس پر قدسیوں کا نزول ہے اور رحمت و نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اہل سنت کے دو ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں حاضرین کا اجتماع تھا۔ فضا میں زکرو فکر کے انوار سے معمور تھیں اور تمام شرکاء قیام پاکستان کے لئے کام کرنے کے جذبے سے سرشار تھے۔

اس اجلاس میں متفقہ طور پر منظور شدہ قراردادوں کی بعض اہم دفعات یہ ہیں:

1- یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

2- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (تلمیذ و خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا مصطفیٰ رضا خان (ابن اعلیٰ حضرت) مولانا امجد علی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) والد ماجد علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا عبد العلیم میرٹھی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) والد ماجد شاہ احمد نورانی (مولانا ابوالحسنات محمد احمد (ابن خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا ابوالبرکات سید احمد (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا عبدالحامد بدایونی، دیوان سید آل رسول (سمیادہ نشین درگاہ اجیر شریف) خواجہ قمر الدین سیالوی، شاہ عبدالرحمن بھرجوڑی شریف، سید امین الحسنات مانگی شریف اور مصطفیٰ علی خاں۔ (9)

اس کانفرنس کے بعد اسی سلسلے میں دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں ہوئیں اور اہل سنت کے علماء و مشائخ نے ملک کے چپے چپے میں مطالبہ پاکستان کا پیغام پہنچایا، امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے پورے ہندوستان اور خاص طور پر پنجاب کے ایک ایک

قریب اور ایک ایک ہستی میں جا کر نظریہ پاکستان کی تبلیغ فرمائی، صوبہ سرحد میں کانگریسیوں کا بہت زور تھا جسے پیر صاحب ماگی شریف، پیر صاحب زکوزی شریف، مولانا عبداللہ بدایونی اور دیگر علماء اہل سنت کی مساعی نے ناکام بنایا، اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان کا قیام

چونکہ قیام پاکستان سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مساعی جمیلہ سے مارچ 1948ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم، ملتان میں علماء اہل سنت کا ایک اجتماع ہوا جس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام جمعیت العلماء پاکستان رکھ دیا گیا، جس کے صدر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور ناظم اعلیٰ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مقرر ہوئے اور ایک دفعہ پھر اہل سنت کا قافلہ رواں دواں ہو گیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان اور جمعیتہ الشانخ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق 7 مئی 1948ء بروز جمعہ پاکستان بھر میں یوم شریعت منایا گیا، جلسے منعقد ہوئے، قائد اعظم اور اسلامی جرائد کو تائیں دی گئیں اور حکومت پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں قانون اسلامی نافذ کیا جائے۔

جب مجاہدین اسلام، محاذ کشمیر پر داو شجاعت دے رہے تھے اور حق خود ارادیت کے لئے جانبازی کا مظاہرہ کر رہے تھے تو مودودی صاحب نے جس طرح تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اسی طرح اس جنگ کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ یہ جنگ جہاد نہیں ہے اور اس میں جان دینے والے شہید نہیں ہیں۔ اس موقع پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری میدان میں آئے اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ جنگ، جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس میں جان دینے والے شہید ہیں۔ مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ سے مجاہدین کی امداد کرنا چاہئے، جمعیت العلماء پاکستان کی کوششوں سے 80 ہزار روپے سے زائد کا امدادی سلمان مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ صدر جمعیت نے بنفس نفیس محاذ کشمیر کے کئی دورے کئے اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی کی۔ انہی مساعی جمیلہ کی بناء پر آپ کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔

ایک ختم نبوت

قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے تصور رفع میں نقب لگنے والے سرزانی، قادیان سے مل کر پاکستان آگئے اور اس وقت کے وزیر خارجہ ظفر اللہ کے ذریعے راہ کی سرزمین اپنے نام قیمت پر خرید کر اردناؤ پھیلائے میں مصروف ہو گئے۔ اس فتنے کے انداز کے لئے شیخ کے تمام علماء سنی، دیوبندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی اور شیعہ نے مل کر 1953ء میں مجلس عمل قائم کی جس کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری منتخب ہوئے، متفقہ طور پر ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف لیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، لیکن ارباب اقتدار اس سے منہ نہ ہوئے، آخر طے پایا کہ ایک دفعہ کراچی جا کر مرکزی وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملے اور اپنے مطالبات پیش کرے۔

خواجہ ناظم الدین نے مطالبات تسلیم نہ کئے اور وفد کے قائدین کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور جگہ جگہ احتجاجی جلسے ہونے لگے، جلوس نکلتے لگے، عوام و خواص کے مطالبے اور احتجاج کی شدت کے ساتھ ساتھ حکومت کا تشدد بھی بڑھتا گیا اور پورے ملک کے جیل خانے فدا بیان ختم نبوت سے بھر گئے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور دیگر زعماء کو سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا، آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو بڑی استقامت سے برداشت کیا۔ جب پس دیوار زنداں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا خلیل احمد قادری کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی بناء پر پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے تو آپ نے بے ساختہ فرمایا:

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمایا۔

جب دیگر زعماء گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے مسجد وزیر خاں کو مرکز بنا کر شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا اور مولانا خلیل احمد قادری کی طرح ان کے خلاف بھی پھانسی کا فیصلہ سنایا گیا۔ قریب تھا کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمسار ہو جاتی کہ بعض آرائش پسند لیڈر حکومت سے معافی مانگ کر رہا ہو گئے اور

اس طرح تحریک کا زور ٹوٹ گیا اور وقتی طور پر یہ تحریک رک گئی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں 1974ء میں یہ مطالبہ پھر شدت اختیار کر گیا کہ مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی جس کے سیکرٹری جنرل مولانا سید محمود احمد رضوی، شارح بخاری منتخب ہوئے۔ تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا، مرزا ناصر احمد کو وضاحت پیش کرنے کے لئے اسمبلی میں بلایا گیا۔ اس نے دیگر ثبوت پیش کرنے کے علاوہ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتب تحذیر الناس سے اس قسم کی عبارات پیش کیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (ص 28) دیوبندی علماء بھی موجود تھے وہ کیا جواب دیتے؟ اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ختم نبوت کا جو بھی منکر ہو خواہ کسے باشد ہمارے نزدیک کافر ہے اور ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی جس کے مطابق ختم نبوت کا منکر خواہ وہ قانونی ہو یا لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہو کافر قرار دیا گیا، اسی دوران لاہوری پارٹی کے کچھ افراد نے مولانا نورانی کو پیشکش کی کہ چونکہ ہم مرزا کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرارداد میں سے ہمارا نام خارج کر دیں، اس کے عوض ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں، مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا۔

آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر ہے، مرزا مدعی نبوت ہے جو اسے مجدد مصلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہو سکتا، آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ (10)

اسمبلی کے اندر اور باہر علماء اہل سنت اور دیگر طبقوں نے تین ماہ تک زبردست تحریک چلائی، جلسوں، جلوسوں اور قراردادوں سے ارباب اقتدار پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ 7 ستمبر 1974ء کو آئینی طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا، یہ الگ بات ہے کہ مرزائی بدستور کلیدی عہدوں پر براہِ مان رہے اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

اہل پاکستان سنی کانفرنس دارالسلام

1961ء میں حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے وصال کے بعد جمعیت احمدیہ پاکستان تعطل کا شکار رہی اور کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہ دے سکی۔ 1968ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور میں مرکزی سطح کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی کو صدر منتخب کیا گیا، یہ اہل سنت کی بیداری اور تنظیم کا نیا دور تھا جس میں جمعیت کی قیادت نے تحریک بحالی جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا جسے کئے، جلوس نکالے اور اہل سنت کو نیا ولولہ عطا کیا۔

1969ء اور 1970ء کے سالوں میں ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے کے ساتھ سوشلزم کا نعروں لگایا تو بہت سے سادہ لوح اور مفاد پرست اس کے ہمنوا بن گئے۔ یہ ظاہریوں دکھائی دینے لگا کہ کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک کے باشندے سوشلزم کے حق میں فیصلہ دے دیں گے، اس وقت اسلام کا نام لینا اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے مترادف تھا، علماء پر پھتیلیاں کسی جاری تھیں، اسلام اور قرآن کا کھلے بندوں مزاح اڑایا جا رہا تھا۔ سوشلسٹوں کے حوصلے بہت بلند تھے ایسے نازک وقت میں سب سے پہلے علماء اہل سنت نے ہی کلمہ حق بلند کیا اور سوشلزم کے سامنے سد سکری بن کر کھڑے ہو گئے اور اس جرأت اور استقامت سے اسلامی نظام کی حمایت کی کہ طوفان کا رخ بدل دیا اور درود و پورا نظام مصطفیٰ کے نعروں سے لرزنے لگے۔

313 علماء نے سوشلزم کے خلاف فتویٰ جاری کیا، جس سے اسلامیان پاکستان کی غفلت کے پردے چاک ہو گئے، قریب تھا کہ سوشلزم اسی وقت دفن ہو جاتا کہ جمعیت العلماء اسلام کے راہنماؤں مولوی غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود نے سوشلزم کو شرعی جواز مہیا کر دیا اور اپنی تمام تر مساعی بھٹو کی کامیابی کے لئے صرف کر دیں، سوشلزم کی مخالف جماعتیں چونکہ انتشار کا شکار تھیں اس لئے تیس، پینتیس فیصد ووٹ حاصل کرنے کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت، اسمبلی کی زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

22 مارچ 1970ء میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے ٹوپہ

ایک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی جس میں بھاشانی مہمان خصوصی تھا اس کانفرنس کا نام تھا۔ ماریں گے مرجائیں گے سوشلزم لائیں گے۔ اسی کانفرنس میں ٹوبہ کا نام لینن گراڈ تجویزاتی کفر ہو جس کے نزدیک ناموس مصطفیٰ پر مرثا حیات جاوید کی ضمانت ہو وہ بڑے سے کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے سوشلزم کے قربان کرنا سب سے بڑا اعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔ پروپیگنڈا کا موثر جواب دینے اور کسان کانفرنس کے اثرات کے ازالہ کے لئے عین اسی مقام پر 14/13 جون 1970ء کو عظیم الشان ”سنی کانفرنس“ منعقد کی جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا فضل الرحمن قادری مدینہ طیبہ سے تشریف لاکر شریک ہوئے اس کانفرنس کا اہل سنت کا مقصد یہ تھا کہ مشائخ و علماء و مشائخ کے ہزار علماء و مشائخ کے مبارک اجتماع سے وہ سال پیدا ہوا کہ باطل کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو ”مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ“ کا نعرہ ملا اور اعلان کیا گیا کہ اسی منشور کی بنیاد پر دسمبر 1970ء کے انتخابات میں حصہ لیا جائے گا اسی اجتماع میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام ”دارالسلام“ رکھا گیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ

ذوالفقار علی بھٹو نے مارچ 1977ء کے انتخاب کا اعلان کیا تو جمعیت العلماء پاکستان کی کوششوں اور اس کے کونے کی سیٹوں کی قربانی سے ”قومی اتحاد“ قائم ہوا۔ ابتداءً ”مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا نعرہ صرف جمعیت ہی کا نعرہ تھا بعد میں بے پناہ عوامی مقبولیت کی بناء پر بلا امتیاز تمام جماعتوں نے یہ نعرہ اپنایا اس مبارک نعرے کی برکت تھی کہ غلامان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیوانہ وار قومی اتحاد کی آواز پر بلیک کمی اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک کے دوران سب سے زیادہ قربانیاں اہل سنت نے دیں مگر فتنہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد اہل سنت ہی کی تھی اس کا سبب بھی واضح ہے کہ جس جماعت کے نزدیک دین و دنیا کی سب سے عزیز ترین متاع محبت الہیہ اور حب مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو جس کے نزدیک محبوب خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ادنیٰ

(1) سلیمان ندوی، حیات شبلی ص 46 (حوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت ص 22)

(2) موج کوثر، طبع ہفتم 1966ء ص 70 (ایضاً)

(3) عاشق الہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید ج 2 ص 77

(4) عاشق الہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید ج 2 ص 80

(5) خان عبدالوہید خاں، مسلمانوں کا ایثار جنگ آزادی ص 142-143 (حوالہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت از سید نور محمد قادری)

(6) خواجہ رضی حیدر، قائد اعظم کے 72 سال، مطبوعہ سورتی اکیڈمی کراچی 1976ء (حوالہ قائد اعظم جناح میری نظرمیں) از مرزا ابوالحسن اصفہانی ص 30

(7) محمد مسعود احمد پروفیسر، فاضل بریلوی اور ترک موالات ص 45

(8) محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان ج 1 ص 271

(9) پروفیسر محمد مسعود احمد، فاضل بریلوی اور ترک موالات ص 79-80

(10) محمد احمد قادری، مولانا ابوالحسنات سید، روشید اور مرکزی جمعیت العلماء پاکستان لاہور ص 18

(11) محمد صادق، مولانا ابوداؤد، شاہ احمد نورانی ص 158

حوالہ جات

جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان قائم ہوا تو ملک پاک کے شر شر اور قریہ قریہ اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کثرت سے موجود تھے جن کے دم قدم سے گلشن اسلام بہار تھی، مدارس میں قل اللہ قل الرسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل نوا نغمے بلند ہوتے تھے، خانقاہیں ذکر و فکر سے آباد تھیں، محراب و منبر علماء حق کے روح پرور خطبات سے گونجتے تھے اور ایسے علماء بکثرت موجود تھے جو وقت کے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے، ایسے باخدا ارباب ولایت کی بھی کمی نہ تھی جن کی زیارت کر کے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے اور ایمانداروں کے ایمان مضبوط ہو جاتے۔

1956ء میں ضرورت محسوس کی گئی کہ تبلیغ دین اور اشاعت مسلک اہل سنت و جماعت کی انفرادی کوششوں کو اجتماعی طور پر منظم کیا جائے، اس مقصد کے لئے کراچی میں خالص مذہبی اور غیر سیاسی جماعت، جماعت اہل سنت کی داغ بیل ڈالی گئی، خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے امیر مقرر کئے گئے، شیخ محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ اور حاجی محمد صدیق خازن مقرر ہوئے جو بولٹن مارکیٹ میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس دور میں جماعت کے زیر اہتمام زیادہ تر تقریری تبلیغ کا کام ہوا، کچھ رسائل بھی شائع کئے گئے۔

1966ء میں جماعت کی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام کیا گیا، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ، کراچی، صدر، مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری، ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا محمد حسن حقانی، نائب ناظم اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم نشر و اشاعت منتخب ہوئے، 15 جنوری 1971ء کو علامہ سید سعادت علی قادری مدظلہ سربنظام تشریف لے گئے۔

اس عرصہ میں جماعت اہل سنت نے مختلف اہم موضوعات پر لکچر شائع کر کے تقسیم کیا۔ 1968ء میں جماعت کے ناظم اعلیٰ علامہ سید سعادت علی قادری نے بیان کیا کہ گزشتہ دو سالوں میں جماعت نے 14 کتابچے شائع کئے، جن کی تعداد 55 ہزار تک پہنچ گئی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

(کتابچہ نمبر 17 ترجمان اہل سنت ص 9)
علامہ سید سعادت علی قادری نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ہفتہ وار تبلیغی اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں علماء کرام تبلیغی، اصلاحی اور تنظیمی عنوانات پر خطاب فرماتے رہے، جماعت نے تبلیغی کتب کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا، جن پر قرآنی آیات، احادیث اور اقوال زریں درج ہوتے، یہ دیدہ زیب کتب و کانوں، مکانوں اور دفتروں میں آویزاں کئے جاتے۔

(تبلیغی کتابچہ ترجمان اہلسنت، اگست 1968ء ص 36)
1966ء میں جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کے بعد کراچی میں جماعت کے دو سو دفاتر اور مختلف مساجد میں حفظ و ناظرہ کے پچاس کے قریب مدارس تھے، غالباً 1972ء کے سیلاب میں سندھ کے اندرونی علاقوں میں بہت جانی و مالی نقصان ہوا، اس موقع پر جماعت اہل سنت نے تین چار لاکھ روپے کا سامان، کپڑوں، برتنوں، بستروں اور خوراک کی صورت میں تقسیم کیا۔ جماعت نے یتیم بچوں اور یتیم خانوں میں وظائف بھی تقسیم کئے۔

غرض یہ کہ جماعت نے تعلیمی، تبلیغی، تنظیمی اور رفاہی میدانوں میں بھرپور کام کیا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب علماء اہل سنت نے جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں حصہ لیا تو عوام نے دل کھول کر ووٹ دیئے اور انہیں کامیاب کر لیا۔

جولائی 1968ء سے جماعت نے مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے لئے ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی جاری کیا، 1971ء سے 74ء تک مولانا علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے ایڈیٹر، مولانا جمیل احمد نعیمی چیئر ڈاور مجلس مشاورت میں ان دونوں حضرات کے علاوہ مولانا علامہ فیب الرحمن (صال ناظم اعلیٰ دارالعلوم نعیمیہ کراچی) اور

علامہ احمد میاں برکاتی (حال مستم دارالعلوم احسن البرکات، حیدر آباد) شامل تھے۔

یہ ماہنامہ واقعی ترجمان اہل سنت تھا، اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر بڑے اچھے مقالات شائع ہوتے تھے، علماء اہل سنت کے تذکرے اور ان کی تصانیف پر تبصرے شائع ہوتے تھے، اس ماہنامہ نے کئی وقیع نمبر شائع کئے، جنہیں عوام و خواص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا، مثلاً ”ختم نبوت نمبر“ جنگ آزادی 1857ء نمبر، اعلیٰ حضرت نمبر اور سنی کانفرنس ملتان (اکتوبر 1978ء) کے بعد سنی کانفرنس نمبر۔

1975ء میں جماعت کے صدر مولانا محمد رمضان، ناظم اعلیٰ مولانا منظور الحق اور ماہنامہ ترجمان اہل سنت کے ایڈیٹر مولانا غلام دستگیر افغانی مقرر ہوئے۔۔۔ جب تک یہ ماہنامہ جاری رہا مسلک اہل سنت و جماعت کی بے باک ترجمانی اور دفاع کرتا رہا، جماعت اہل سنت کو اس مجلہ کا دوبارہ اجراء کرنا چاہئے۔

درج ذیل حضرات جماعت اہل سنت کی سرپرستی فرماتے رہے:

- 1- حضرت پیر صوفی محمد فاروق رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
- 2- حضرت پیر صوفی کفایت علی شاہ رزاقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
- 3- حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرف شاہ جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
- 4- حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی۔
- 5- حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
- 6- حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی۔

(کتابچہ ترجمان اہلسنت، اگست 1968ء ص 37)

1971ء سے 74ء تک علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ صدر، مولانا علامہ شاہ احمد نورانی نائب صدر اول، مولانا علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نائب صدر دوم (اسی دوران کچھ عرصہ صدر بھی رہے) اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم اعلیٰ رہے۔

قیام پاکستان سے پہلے ”انجمن مسلمانان پنجاب“ کے زیر اہتمام عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر عظیم الشان جلوس نکالا جاتا تھا، جو ”میری ویرن ٹاور“ سے شروع ہو

آرام باغ میں اختتام پذیر ہوتا تھا، اس میں ارباب اقتدار کے نمائندوں کو بلایا جاتا، سکاؤٹس کی شریک ہوتے، لیکن علماء کرام کی نمائندگی نہیں ہوتی تھی، اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے جماعت اہل سنت نے 1971ء میں مبین مسجد بولٹن مارکیٹ سے عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جلوس کا آغاز کیا، طے یہ پایا کہ یہ جلوس نشتر پارک جائے گا اور وہاں کانفرنس منعقد کی جائے گی، نشتر پارک میں کانفرنس منعقد کرنے کے لئے باقاعدہ کھشتر سے اجازت لی گئی، دہ بندیوں نے بھی اسی دن جلسہ کرنے کی درخواست دے دی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

نشتر پارک کے پہلے اجلاس میں سوچیس تیس ہزار افراد شریک ہوئے، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا قادری مصلح الدین، صوفی ایاز خاں نیازی، مولانا اللہ وسایا، خلیف، مولانا جمیل احمد نعیمی اور دیگر علماء نے خطاب کیا، میاں اختر حسین پگال والے اور ان کے ساتھی شریک ہوئے، وردی پوش سنی نوجوانوں نے بھی شرکت کی اور کانفرنس کے نظم و نسق کا اہتمام کیا۔

ترجمان اہل سنت کے کتابچوں کے حوالوں کے علاوہ تمام معلومات حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی نے فراہم کیں، ترجمان اہل سنت کے کتابچے جناب خلیل احمد رانا (جانیوں منڈی، خانیوال) نے فراہم کئے، حضرت علامہ مولانا اقبال ازہری مدظلہ (شجاع آباد) اور الحاج امجد علی چشتی مدظلہ (کاموکی) نے جماعت کے تعارفی کتابچے فراہم کئے، مولائے کریم جل مجدہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، راقم ان سب کا شکر گزار ہے۔

کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (1978ء)

قیام پاکستان سے پہلے ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ اہل سنت و جماعت کی اس نمائندہ تنظیم کا نام تھا جس کے ممبران کی تعداد دو کروڑ سے زائد تھی اسی تنظیم نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے فضا ہمار کی اور اپریل 1946ء میں بنارس میں ملک گیر ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ منعقد کی جو بلاشبہ قیام پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگرچہ مارچ 1948ء میں پاکستان کی سطح پر اس تنظیم کا نام جمعیت العلماء پاکستان رکھ دیا گیا تاہم اسی سلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ”سنی کانفرنس“ کا نام استعمال کیا گیا، جیسے سنی کانفرنس نوبہ

ایک سٹک 1961ء سنی کانفرنس ملتان 1978ء سنی کانفرنس رانیوہ اور سنی کانفرنس لاہور 1996ء 16-17 اکتوبر 1978ء کو غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام عظیم الشان ”کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان“ منعقد ہوئی جس کی روئیداد کے ابتدائیہ میں راقم نے لکھا تھا:

16-17 اکتوبر 1978ء کو قلعہ کنہ قاسم باغ ملتان میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام فقید الشال کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اخبارات کی اطلاع کے مطابق بیس سے پچیس لاکھ تک عوام اہل سنت اور دس ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہل سنت کا اجتماع تھا۔ قاسم باغ میں تاحہ نظر سنی ہی سنی تھے۔ قلعہ کنہ کے تمام پلاٹ اور سڑکیں اور ملتان شہر کے گلی کو پچے شرکاء سے پر تھے۔

بلا مبالغہ قوی سطح کی یہ سب سے بڑی کانفرنس تھی، شرکاء کا ذوق و شوق دیدنی تھا، انتظامات اتنے عمدہ اور وسیع پیمانے پر تھے کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، مقام مصطفیٰ کے تحفظ، نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت و سر بلندی کے جذبات اتنے گہرے تھے کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا دکھائی دیتا تھا، بلاشبہ یہ تائید ایزدی اور عنایت مصطفائی کا کرشمہ تھا۔

(روئیداد سنی کانفرنس، ملتان ص 3)

اس عظیم اجتماع میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جماعت اہل سنت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا جن کا خطبہ صدارت حاصل کانفرنس تھا، صاحبزادہ حاجی فضل کریم ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور کاروان اہل سنت نئے ولولے کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

اس کانفرنس میں بالاتفاق تمام علماء و مشائخ اور برادران اہل سنت نے تعاون بھی کیا اور شرکت بھی کی، ان علماء و مشائخ کے اسماء مبارکہ لکھے جائیں تو الگ ایک مقالہ تیار ہو جائے، تاہم مولانا علامہ محمد طفیل رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی کا تذکرہ ضروری ہے جنہوں نے کل پاکستان سنی کانفرنس، ملتان کی کامیابی کے لئے کئی ماہ ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دورے کئے اسی دوران وہ علیل ہو گئے اور کانفرنس کے کچھ عرصہ بعد انتقال فرما

گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان میں اتحاد ملت اسلامیہ کا ایسا ایمان افروز اور روح پرور منظر تھا جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ید اللہ علی الجماعہ۔

جماعت کو سرگرم عمل کرنے کے لئے 1993ء میں اسلام اور پاکستان کے سچے شیدائی طلبہ کی ملک گیر تنظیم، ”انجمن طلباء اسلام کے سابق راہنماؤں پر مشتمل سنی آرگنائزنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں معروف صحافی اور دانشور جناب محمد نواز کھل، جناب عبدالرزاق صاحب اور ان کے ساتھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کی کوششوں سے ”سنی سپریم کونسل“ تشکیل دی گئی، جس کے سرپرست اور امیر، جنس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ منتخب ہوئے۔ اس کونسل کے ممبران شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/ شیخوپورہ و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (الہسنت پاکستان) پیر طریقت حضرت صاحبزادہ عتیق الرحمن مدظلہ العالی، ڈھانگری شریف، آزاد کشمیر، حضرت مولانا سید حبیب الرحمن، آزاد کشمیر، مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد، عبدالرزاق صاحب، محمد نواز کھل، سید صفدر شاہ، فضل الرحمن (اداکار) خالد حبیب الہی الیودو کیٹ لاہور اور دوسرے حضرات شامل تھے۔

سپریم کونسل کی کوششوں سے 17 جنوری 1994ء کو دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں منعقد ہونے والے تاریخی اجلاس میں جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر، جانشین غزالی زماں حضرت صاحبزادہ پروفیسر سید محمد مظہر سعید کاظمی مدظلہ (ملتان) اور ناظم اعلیٰ، مجاہد اہل سنت حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ سینئر نائب امیر منتخب ہوئے، حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں جماعت اہل سنت کا نیا دستور مرتب کیا گیا اور اس طرح اہل سنت و جماعت کا اجتماعی قافلہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور اشاعت مسلک اہل سنت کی منزل کی طرف سرگرم سفر ہو گیا۔

30 اکتوبر 1995ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں سنی کنونشن منعقد کیا گیا جس میں ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے علماء اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔ اسی دوران جماعت کے ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری مدظلہ کی قیادت میں ”کاروان جملہ“ لاہور سے روانہ ہو کر مظفر آباد گیا اور مجاہدین کشمیر سے ملاقات کرنے کے علاوہ سماجین میں ساز و سامان تقسیم کیا گیا، اسی طرح لاہور سے ”کاروان امن“ روانہ ہو کر کراچی گیا اور پورے ملک کے ہاسپیو ک تلقین کی کہ یہ دانشمندی نہیں ہے کہ انسان جس شلخ پر بیٹھا ہو اسی کو کاٹنے کے درپے ہو جائے پاکستان ہمارا وطن ہی نہیں ہمارا گھر بھی ہے اس کی حفاظت اور اس میں امن کی بحالی ہمارا فرض ہے۔

30 اکتوبر 1996ء کو جماعت اہل سنت نے مینار پاکستان کے سائے تلے عظیم الشان ”کل پاکستان سنی کانفرنس“ منعقد کی جس میں پورے ملک کے علماء اور مشائخ اہل سنت نے شرکت کی، اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد میں 313 جلسوں سے خطاب کیا، الحمد للہ! یہ کانفرنس کامیاب رہی۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ کو جماعت کی سپریم کونسل کا سربراہ منتخب کیا گیا، جون 1998ء میں مجاہد اسلام حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ مرکزی کنوینر عالمی تنظیم اہل سنت بوجہ مستعفی ہو گئے تو ان کی جگہ مفکر ملت حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا، ان کی ولولہ انگیز قیادت میں پورے ملک میں رکن سازی اور مقامی سطح پر جماعت کی شاخیں قائم کی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کرے کہ تمام اہل سنت و جماعت تنظیم سے منسلک ہو جائیں تو پورے ملک میں ان سے بڑی کوئی قوت نہیں ہوگی۔

جماعت اہل سنت کے اہداف

گزشتہ صفحات میں آپ نے جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایا اب ذرا جماعت کے مقاصد بھی ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا ہم میں سے ہر شخص کی یہ ذمہ

داری نہیں ہے کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جماعت میں شامل ہو؟۔ مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے 30 اکتوبر 1996ء کو مینار پاکستان منعقد ہونے والی ”کل پاکستان سنی کانفرنس“ لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اپنے مسلک کا پاسبان ہو جا“

اور جماعت کے اہداف اس طرح بیان کئے:

فکری ہدف : بین الاقوامی سطح پر کفر کا زور توڑنا اور غلبہ اسلام کی منظم تحریک اٹھانا۔

روحانی ہدف : اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعوت تمام انسانی حلقوں تک پہنچانا۔

سیاسی ہدف : استحکام پاکستان اور نفاذ نظام مصطفیٰ کے لئے ذہن سازی کرنا۔

سماجی ہدف : معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور خدمت خلق کے فروغ کی کوشش کرنا۔

اصلاحی ہدف : گمراہ کن عقائد کی اصلاح، فرقہ واریت کی بے گنی، جاہلانہ رسوم کی تطہیر اور اللہ رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی روشنی میں عامتہ الناس کے لئے دینی دعوت کا اہتمام کرنا۔

تعلیمی ہدف : قدیم و جدید علوم کے مدارس، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کرنے کی سعی کرنا، ماہرین تعلیم سے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کرانا۔

عملی ہدف : باطل اور طاغوت کے خلاف بھرپور جہاد کرنا۔

تنظیمی و تحرکی ہدف : وطن عزیز کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر میں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کرنا، پاکستان بھر کی تمام سنی تنظیموں اور تحریکوں کا عملی اشتراک قائم کرنا۔

عالمی ہدف : دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا، دنیا بھر میں کام کرنے والی سنی تنظیموں اور تحریکوں سے رابطہ کرنا۔

(منزل نماز خطاب، ہدف)

بین الاقوامی سنی کانفرنس ملتان (2000ء)

بیسویں صدی عیسوی اختتام پذیر ہے، دنیا بھر کی قومیں نئے جوش اور دلولے کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ الحمد للہ! جماعت اہل سنت نے 2 اپریل 2000ء کو ملتان میں ”بین الاقوامی سنی کانفرنس“ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

- 1- اس امر کا جائزہ لینا کہ ہم نے اس صدی میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور یہ کہ آئندہ صدی میں ہم کس طرح اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں؟
 - 2- اہل سنت و جماعت کے شعور کو بیدار کرنا۔
 - 3- اہل سنت و جماعت کو مذہبی سطح پر منظم کرنا۔
 - 4- اصلاح عقائد و اعمال کی تحریک۔
 - 5- اصلاح معاشرہ اور خالص مذہبی اقدار کا فروغ۔
 - 6- نظریہ پاکستان کی حفاظت و اشاعت۔
 - 7- حقوق اہل سنت کا تحفظ۔
 - 8- دنیا بھر کے ارباب علم، اہل سنت و جماعت کے ساتھ روابط استوار کرنا۔
 - 9- دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں خصوصاً مجاہدین کشمیر کی امداد کا لائحہ عمل تیار کرنا۔
- تمام علماء، مشائخ اور برادران اہل سنت و جماعت سے اپیل ہے کہ 1978ء کی کل پاکستان سنی کانفرنس، ملتان کے جوش اور جذبے کے ساتھ اس کانفرنس میں بھی شرکت فرمائیں۔
- امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سابق مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان کا پیغام۔

ملت کی تعمیر اور قوم کی فلاح و بہبود کے ضمن میں موجودہ دور کے تغیرات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پوری علمی بصیرت سے حالات کا تجزیہ کریں حال و مستقبل کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کو پورا کرنے کی کامیاب جدوجہد کریں۔

علمائے اہل سنت کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ علمائے سلف کی سیرت کو ماننے رکھیں۔ وہ دیکھیں کہ کس طرح علمائے سابقین نے دنیوی شہرت اور مال و منال کی طمع سے بالاتر ہو کر علوم دین کی خدمت انجام دی۔ کسی نے تجارت کر کے روزی کمائی، کسی نے کابل اور پوشتین بنا کر، کسی نے مٹی کے برتن تیار کر کے، کسی نے سرکہ بیچ کر اور بعض نے جوتے سی کر اپنا پیٹ پالا اور بے لوث ہو کر علم کو پھیلایا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔ اس دور میں ان حضرات کی مثال نہیں ملتی تاہم یہ ضروری ہے کہ ہر عالم دین اپنے دل میں خوف اور خشیت الہیہ پیدا کرے اور ذاتی و دنیوی مفادات سے بے نیاز ہو کر تعلیم دین کے فرائض سرانجام دے۔ سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان وارد ہے۔ انا اعلمکم باللہ و انخشاکم منہ حسد اور باہمی منافرت علماء کے طبقے میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے یہی افتراق امت کا سب سے بڑا سبب ہے، جس کی بنیاد ”انانیت“ ہے۔ سنی علماء ان اولیائے کرام کے مشن کو قوم کے سامنے رکھنے کے مدعی ہیں جنہوں نے ”انانیت کو فنا کر دیا تھا ایسی صورت میں انہیں لازم ہے کہ وہ اپنی انانیت کو فنا کر کے آپ میں کمال محبت و اخلاص کا جذبہ پیدا کریں۔

حضرات مشائخ کرام جن اولیائے کرام کے سجادہ نشین ہیں ان کے فقر و زہد، علم و معرفت، تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت، روحانیت اور خدمت خلق کو اپنائیں۔ اس کے بغیر اولیائے کرام کی نیابت اور ان کی سجادگی کا کوئی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔

سجادگان کرام مال و دولت اور دنیوی عزت کو اپنے عظیم منصب کا بنیادی نقطہ نہ سمجھیں۔ اپنے اسلاف کو دیکھیں ان کے پاس علم و معرفت اور زہد و فقر کی دولت کے سوا کیا تھا؟ تاریخ شاہد ہے کہ امراء و سلاطین زمانہ ان کی غلامی کو اپنے لئے باعث عز و شرف سمجھتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

اہل ثروت، تاجروں، زمینداروں، امیروں اور تمام مخیر اہل سنت حضرات کا فرض ہے کہ وہ تمام تعمیری کاموں میں مخلصانہ طور پر بھرپور مالی تعاون فرمائیں کیونکہ اس کے بغیر جماعت کے کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

میں اپنے اہل سنت عزیز طلبہ کو نہیں بھول سکتا میں سمجھتا ہوں کہ طلباء پوری قوم کا متاع عزیز ہیں۔ ان کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ بے سود ہنگامہ آرائی سے بچیں۔ تعلیم کی طرف پوری طرح متوجہ رہیں۔ علم و عمل کے میدان میں ذہن سے زیادہ قلم میں زور پیدا کریں۔ مسلک کی بنیاد پر اپنی تنظیم ”انجمن طلبائے اسلام“ کا دائرہ وسیع کریں اور اسے بہت زیادہ مستحکم بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے جس قدر زمانی فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے اتنی ہی تاریکی گہری ہوتی جا رہی ہے۔ لادینیت، بد مذہبی، بے علمی کا دور دورہ ہے۔ عریانیت کا سیلاب ہے، ہوس زر اور خواہشات نے ہمیں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لادینیت عام ہے، امن و امان کی حالت مخدوش ہے، گرائی دن بدنی بڑھتی جا رہی ہے، بے چینی نے ہر آدمی کا احاطہ کر رکھا ہے، دشمن نے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر لگا رکھی ہیں اس پر فتن دور میں ضروری ہے کہ ہم اپنا تعلق اللہ کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مستحکم کریں اور نہ صرف اپنے آپ کو مسلک اہل سنت و جماعت کے سانچے میں ڈھالیں جو کہ اسلام کی صحیح تعبیر ہے بلکہ دوسروں کو بھی مسلک اہل سنت و جماعت اور اس کے دلائل سے روشناس کرائیں، دینی اقتدار بحال کریں، معاشرے کی اصلاح کریں اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ذہنوں کو تیار کریں۔

ان مقاصد کے لئے ضروری ہے کہ ہم جماعت اہل سنت کے رکن بنیں اور درج ذیل پروگراموں پر عمل پیرا ہوں۔

1- مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کی درستی کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کا عملی نمونہ بنیں۔

2- اہل سنت و جماعت کا ہر فرد (مرد/عورت) جماعت کا ممبر بنے اور اپنے احباب کو جماعت کا ممبر بنائے، ممبر بننے کے لئے جماعت کے دفتر سے فارم حاصل کریں۔

3- جماعت اہل سنت کی مطبوعات خریدیں، خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

4- ہر شہر اور ہر محلے میں جماعت کی شاخیں قائم کریں۔

5- ہر شاخ کی ایک لائبریری قائم کریں، اس میں علماء اہل سنت کی تصانیف جمع کریں اور اپنے حلقہ احباب کو مطالعہ کا عادی بنائیں۔

6- جماعت کی ہر شاخ ہفتہ وار قرآن، حدیث، عقائد اور مسائل فقہیہ کے درس کا اہتمام کرے جس میں اصلاح عقائد اور اصلاح اعمال و اخلاق کا اہتمام کیا جائے۔

7- وقتاً فوقتاً طلباء کے تقریری مقابلوں کا اہتمام کریں اور کامیاب مقررین کو کتابوں کی صورت میں انعام دیں۔

8- ایسے اجتماعات منعقد کریں جن میں علماء و مشائخ اہل سنت کی دینی، علمی، فکری اور سیاسی خدمات کو متعارف کرایا جائے۔

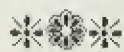
9- ہفتہ میں ایک مرتبہ محفل ذکر و نعت منعقد کریں۔ اپنی محافل کو حمد الہی اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزین کریں۔

10- میلاد شریف، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی محافل میں کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ علماء اہل سنت کے رسائل بھی تقسیم کریں۔

11- جس جگہ اہل سنت کا مدرسہ نہ ہو وہاں مدرسہ قائم کریں اور جہاں مدرسہ موجود ہو اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔

12- ہر شہر میں کم از کم ایک مکتبہ ضرور قائم کریں، جہاں علماء اہل سنت و جماعت کی تصانیف اور ماہنامے دستیاب ہوں۔

13- انجمن طلباء اسلام کی سرپرستی کریں۔



قرآن پاک ترجمہ کنز الایمان	امام احمد رضا بریلوی
تفسیر خزان العرفان	صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
تفسیر نور العرفان	حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش نوکلی
ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری
جاء الحق	مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
انوار الہدیٰ	علامہ جلال الدین احمدی
جنتی زیور	علامہ عبدالمعظم اعظمی
سنی ہشتی زیور	مولانا مفتی محمد طفیل خاں برکاتی
ہمارا اسلام	مولانا مفتی محمد طفیل خاں برکاتی
زندہ جاوید خوشبو نہیں	شیخ محمد صالح الفوزان / محمد عبدالحکیم شرف قادری
زیر لہ	علامہ ارشد القادری
تبلیغی جماعت	علامہ ارشد القادری
جماعت اسلامی	علامہ ارشد القادری
لوح و قلم تیرے ہیں	سید ریاض حسین شاہ
صبح زندگی	سید ریاض حسین شاہ
دعوت و تنظیم	شاہ تراب الحق
ضیاء الہدیٰ	شاہ تراب الحق
زجاجۃ المساج	سید عبداللہ شاہ (حیدر آباد کن)
تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم	پروفیسر محمد مسعود احمد
پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ	علامہ جلال الدین قادری
تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس	علامہ جلال الدین قادری
تعلیم نماز	علامہ محمد صدیق ہزاروی
تاریخ ہند و حجاز	مفتی محمد عبدالحیوم قادری
باغی ہندوستان	عبدالشاہ خاں شروانی
اسلامی عقائد	سید یوسف ہاشم رفائی



اہل سنت و جماعت کا اجمالی تعارف

علامہ یسین اختر مصباحی مدظلہ العالی (دہلی)

جماعت اسلامی ہند کے ترجمان سہ روزہ دعوت دہلی نے زبانی و تحریری طور پر مجھے دعوت دی کہ مسلک اہل سنت و جماعت جسے عرف عام میں حنفی بریلوی کہا جاتا ہے اس مسلک کے افکار و نظریات اس کے ممتاز علماء و مشائخ اور اہم مدارس و اداروں کے سلسلے میں ایک تعارفی مضمون لکھوں جسے دعوت کے ہندوستانی مسلمان نمبر حصہ دوم میں شریک اشاعت کر کے ثبت انداز میں اس مسلک اور اس سے وابستہ مسلمانوں کا صحیح تعارف کرایا جاسکے۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے زیر نظر مضمون حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ ویسے یہ موضوع ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہی مضمون ایک مستقل کتاب کا دیباچہ بن جائے۔ سر دست تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے کچھ اجمالی و اشاراتی حقائق پیش کر رہا ہوں۔ جو یقیناً قارئین کی معلومات میں اضافہ کے باعث اور مزید تحقیق و مطالعہ کے محرک ثابت ہوں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

ہندوستانی مسلمان ابتدائی سے سنی حنفی مسلک کے پابند رہے ہیں۔ خطہ
مالابار کو کن میں کچھ سنی شافعی مسلمان آباد ہیں۔ کہیں کہیں تھوڑی سی تعداد میں
اہل تشیع بھی ہیں۔ مسلمان ہند میں فرقہ بندی و تفرقہ بازی کا آغاز انیسویں صدی
عیسوی کے رجب اول سے شروع ہوا۔ اور اختلاف و نزاع کی گرم بازاری میں ائمہ اربعہ کی
تقلید فقہی کو خصوصاً اور تصوف و طریقت کو عموماً اپنی شدید تنقید بلکہ تنقیص و تفسیق کا
نشانہ بنایا گیا، تقلید و تصوف دونوں کو بدعت و ضلالت کے خانہ میں رکھا گیا اور اسی بنیاد پر
اہل سنت سے الگ ہٹ کر کئی مسائل عالم وجود میں آ گئے، اس حقیقت کو تاریخی تسلسل
کے ساتھ جاننے کے لئے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد حکیم عبدالحی رائے بریلوی
اور مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد سید سلیمان ندوی کی یہ تحریریں قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) بعض لوگوں کے نزدیک مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید ناجائز و حرام
ہے، اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے جو احکام صراحتہ معلوم ہوں انہیں کا اتباع کرنا
چاہئے، اور مسائل فقہ میں قیاس و اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے، یہ مسلک مولانا
فاخر الدہ آبادی بن یحییٰ اور میاں جی شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی بن جواد علی اور نواب سید
صدیق حسن بھوپالی اور ان کے تبعین کا ہے۔

ایک گروہ کی رائے اس معاملہ میں حد افراط تک پہنچی ہوئی ہے اور تقلید کی
حرمت پر یہ لوگ بہت مصر ہیں۔ مقلدین کو یہ اہل بدعت شمار کرتے ہیں اور ان کو
نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اس سخت رائے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ
ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے
ہیں۔ یہ مسلک شیخ عبدالحق بناری بن فضل اللہ اور شیخ عبد اللہ صدیقی الہ آبادی وغیرہ کا
ہے۔

ان لوگوں نے اپنے مسلک و خیال کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مثلاً

شیخ معین الدین سندھی بن امین کی ”دراسات اللیب“ اور شیخ فاخر الدہ آبادی کی ”قرۃ
العینین“ اور شاہ اسماعیل دہلوی کی ”تویر العینین“ اور میاں سید نذیر حسین کی ”معیار
الحق“ اور شیخ عبد اللہ الہ آبادی کی ”اعتصام السنۃ“ اور نواب صدیق حسن بھوپالی کی ”الجنۃ
فی الاسواق الحسنۃ بالسنۃ“ وغیرہ ہیں۔

علماء احناف میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک تحقیق و انصاف کی راہ پر ہے۔ مثلاً ملا
بحر العلوم عبد العلی بن ملا نظام الدین مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی بن
عبد الحلیم مصنف التحلیق المجد۔

احناف میں دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قائم ہیں۔ اور اس
کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ مثلاً مولانا شیخ فضل رسول اموی بدایونی
اور ان کے تبعین۔ (ص ۱۵۴) اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں۔ مطبوعہ دارالمصنفین
اعظم گڑھ از حکیم عبدالحی رائے بریلوی)

(۲) شاہ عبد الغنی صاحب مجددی کے ممتاز شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی اور
مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم ہیں۔ اور پورب میں مولانا شاہ اسماعیل صاحب کے
شاگرد مولانا سخاوت علی جو پوری وغیرہ ہیں۔ اس سلسلہ میں رد بدعت اور توحید خالص
کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔

مولانا شاہ اسحاق صاحب کے ایک دوسرے شاگرد مولانا سید نذیر حسین
صاحب بہاری دہلوی ہیں۔ اس دوسرے سلسلہ میں توحید خالص اور رد بدعت کے
ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس
کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا۔ اور اپنے
آپ کو اہل السنۃ کتار رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔ (ص
۴۶ حیات شبلی۔ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، از سید سلیمان ندوی)

حکیم عبدالحی رائے بریلوی صاحب و سید سلیمان ندوی صاحب کے بقول تقلید پر سختی سے قائم رہنے والے، پرانی روش پر شدت سے جھڑپنے والے اور اپنے آپ کو اہل سنت کہنے والے حضرات، علماء بدایوں و بریلی اور ان کے متبعین ہیں جو آج بھی تقلید اور پرانی روش کے خلاف کچھ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

عبدالرحمن پرواز اصلاحی اور پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی نے اس مسلکی تقسیم کی اپنے انداز میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ اور ان سے انتساب رکھنے والوں میں ایک گروہ تو شاہ صاحب کے مسلک پر گامزن تھا۔ اور مسائل شرعی میں سر مو انحراف پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر دوسرا گروہ اجتناد اور عدم تقلید کا رجحان رکھتا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان گروہوں میں مختلف مسئلوں میں اختلاف رونما ہوا۔ (ص ۱۳۸) مفتی صدر الدین آزرہ از عبدالرحمن پرواز اصلاحی۔ مطبوعہ مکتبہ جامعہ لیسٹنڈ نئی دہلی

(۲) اوہ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔ آخری دور میں مولانا فضل حق خیر آبادی اس قافلہ کے سالار اعظم تھے۔ انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان ولی الہی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ مگر وہ شاہ اسماعیل اور شاہ اسماعیل دہلوی کے بعض افکار و خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے۔ مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے۔ ان حضرات نے شاہ اسماعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی۔ علماء بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار تھے۔ (ص ۵۵) بعنوان اردو میں مذہبی ادب۔ اردو نامہ کراچی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء

حقیقت سے قریب اور مزید آسان لفظوں میں صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو محمد جعفر تھانیسری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے یہ بیانات و مشاہدات بھی ملاحظہ

فرماتے چلیں۔

(۱) میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) شاید پنجاب بھر میں دس دہائی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے۔ اور اب (۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جہاں مسلمانوں میں کم سے کم چارم حصہ۔ دہائی معتقد محمد اسماعیل۔ کے نہ ہوں۔ (ص ۸۱)۔ توارخ عجیبہ۔ از محمد جعفر تھانیسری۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور

(۲) امرتسر میں مسلم، غیر مسلم آبادی مساوی ہیں۔ اسی (۸۰) سال قبل قریباً بھی مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل خفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ (ص ۴) شمع توحید۔ از ثناء اللہ امرتسری۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ۔ سرگودھا، پنجاب۔ پاک

مولانا ثناء اللہ امرتسری مدیر مجلہ اہل حدیث امرتسر نے ۱۹۳۷ء میں اپنا مذکورہ تجزیہ پیش کیا تھا۔ جس کے مطابق آج سے تقریباً ایک سو پینسٹھ سال پہلے امرتسر پنجاب کی مسلم آبادی اسی خیال کی تھی جسے آج خفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور محمد جعفر تھانیسری کے مشاہدہ و تحقیق کے مطابق آج سے تقریباً دو سو سال پہلے کسی دہائی معتقد شاہ اسماعیل دہلوی کا پنجاب بھر میں وجود نہیں تھا۔

سراج المہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد سنی خفی مسلک سے کچھ لوگوں کے انحراف اور عدم تقلید کے رجحان نے ہندوستان کی مسلم اجتماعیت کا شیرازہ منتشر کیا۔ اور توحید خالص کے تحفظ کے نام پر لکھی جانے والی کتاب ”تقویۃ الایمان“ از شاہ اسماعیل دہلوی ایسے لوگوں کا مرجع بن کر سامنے آئی۔ جس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے بقول خود شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کا یہ خیال تھا۔

”میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں۔ اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش

ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا۔ لیکن اس وقت میرا ارادہ چکا ہے۔ اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے۔ اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑبھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ص ۹۸۔ حکایت ۵۹۔ حکایات اولیا (ارواحِ شہداء) از مولانا شرف علی تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

تیز الفاظ اور تشدد کو تو بھرا یہ بیان کہا جاسکتا ہے۔ مگر شرک خفی کو شرک جلی لکھنے کا اختیار نہ جانے کیسے مؤلف تقویۃ الایمان کو حاصل ہو گیا؟ شورش اور لڑنے کا ارمان تو ضرور پورا ہو گیا مگر بچو جانے والے مسلمان ٹھیک آج تک نہ ہو سکے۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی لکھتے ہیں۔

”انسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمان ہندوپاک جن کی تعداد ہس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد خفی المسک ہیں۔ دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔“ (ص ۷۰۔ انوار الہادی جلد ۱۱۔ مرتبہ مولانا سید احمد رضا بجنوری۔ مطبوعہ ناشر العلوم بجنور)

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں۔

”مولانا محمد اسماعیل شہید مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی۔ اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچہ ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔ تمام علماء ہند سے فتویٰ مرتب کر لیا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔“

ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل

اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے ولہاد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہمائش کی۔ اور ہر طرح سمجھایا۔ لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے۔ اور جامع مسجد (دہلی) کا شرعاً آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علما دہلی۔ (ص ۳۸۔ آزاد کی کہانی۔ مرتبہ مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مفتی صدر الدین آزرہ تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا احمد سعید نقشبندی دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا خیر الدین دہلوی، حکیم صادق علی خاں دہلوی (شیخ الملک حکیم اجمل خان کے حقیقی دادا)، مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی، مولانا مخلص الرحمن چانگانی، مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، وغیرہم بے شمار علماء اہل سنت نے تقریر اور تحریر ہر طرح ان نئے افکار و خیالات کا رد و انکار کیا۔ اور مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ و صیانت کے جہاد میں اپنے علم و عمل کے ذریعہ سرگرم حصہ لیا۔

حضرت شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان سے علامہ فضل رسول بدایونی نے سات سوالات تقویۃ الایمان اور اس سے متعلق دیگر امور کے بارے میں کئے تھے جو مع سوال و جواب رسالہ تحقیق الحقیقہ۔ مطبوعہ سمیعی ۱۲۶۶ھ میں شائع ہو چکے ہیں۔ صرف تین جوابات یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔ حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ۔ تقویۃ الایمان۔ کہ میں نے اس کا نام ”تقویۃ الایمان“ ساتھ فا کے رکھا ہے۔ اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام ”معید الایمان“ رکھا ہے۔ اسماعیل کار سالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء

در سولوں کی توحید کے خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالہ میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس میں شرک اور بدعت کے افراد کو گن کر جو لوگوں کو سکھاتا ہے کسی رسول نے اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہوا، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروں کو کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ۔ وہابی کا رسالہ متن تھا۔ یہ گویا اس کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ۔ بڑے عم بزرگوار (شاہ عبدالعزیز) کہ وہ بیٹائی سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کو سننا یہ فرمایا اگر ہمارے یوں سے معذور نہ ہوتا تو متحد اثنا عشر یہ کا سا جواب اس کا رد بھی لکھتا۔

اس کی خشش وہاب بے منت نے اس بے اعتبار کو دی، شرح کا رد لکھا۔ متن کا مقصد بھی ناپود ہو گیا۔ ہمارے والد ماجد (شاہ رفیع الدین) نے اس کو دیکھا تھا۔ بڑے حضرت (شاہ عبدالعزیز) کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔ (ص ۶۱ تا ۶۲) انوار آفتاب صداقت مولفہ مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی۔ مطبوعہ کری پرپریس لاہور ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

شاہ اسماعیل دہلوی کی تجدید پسندی و خود رائی کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں۔

”شاہ اسحاق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور ان کے کاتب تھے۔ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہو گا۔ آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا میں تو ضعیف ہو چکا ہوں۔ مجھ سے مناظرہ نہیں

ہو سکتا۔“

جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا! میاں عبدالقادر! تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے۔ خواہ مخواہ عوام میں شورش پیدا ہوگی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا! حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حد پیش پیش کرے گا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہو گا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے؟ من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد۔ کیونکہ جو سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں شورش ضرور ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا۔ اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔

بابا! ہم سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر اس نے تو ایک حدیث کا معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو۔ اور ماغن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں۔ بلکہ دوسری سنت ہے۔ کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔ (حکایت ۷۳۔ ارواح ثلاثہ۔ امداد الغریاء سارنپور ۱۳۷۰ء)

شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریروں سے متعدد اعتقادی و فقہی اختلافات علماء و عوام کے درمیان پیدا ہوئے۔ جن میں مسئلہ امکان کذب و مسئلہ امکان نظیر سرفرست ہیں۔ علماء اہلسنت نے اقتناع کذب و اقتناع نظیر کا اپنا موقف قوت و استدلال اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ تنازعہ عبارت یہ ہے۔

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد ﷺ کی مثل پیدا کر ڈالے“ (ص ۳۷، تقویۃ الایمان از شاہ محمد اسماعیل دہلوی۔ مطبوعہ مطبع صدیقی شاہجہان آباد، ۱۸۵۲ء)

علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس پر زبردست شرعی گرفت فرماتے ہوئے لکھا کہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی در سول نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کی نظیر ممکن نہیں بلکہ محالات شرعیہ میں سے ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جیسا کوئی دوسرا محمد پیدا کرنے کے عقیدہ سے تو خود اللہ عزوجل کے لئے اپنے قول سے کذب لازم آئے گا اور کذب ایک عیب ہے جو اللہ کے لئے محال ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں۔ ص ۱۵۲ تا ۱۶۱۔ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مؤلفہ علامہ فضل حق خیر آبادی (اشاعت اول مع فارسی۔ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء۔ مترجم اردو مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری) جس میں امتناع نظیر محمدی و امتناع کذب باری تعالیٰ کے دافرو اور قاہر دلائل پیش کر دیئے گئے۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے اسی موضوع پر رسالہ یک روزہ لکھا۔ اور ان کے ایک شاگرد مولانا حیدر علی ٹوکی نے بھی کچھ جوابات دے کر اپنے استاد کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جواب الجواب کے طور پر فارسی زبان میں امتناع النظر کے نام سے ایک محققانہ و عالمانہ کتاب لکھی جو علامہ سید سلیمان اشرف صدر علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ۱۹۰۸ء میں جونپور سے شائع کی تھی۔ مولانا احمد حسن کانپوری تلمیذ مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی و خلیفہ حاجی ادا اللہ مہاجر کی نے امتناع کذب باری تعالیٰ کے موضوع پر ”تنزیہ الرحمن عن شائبۃ الکذب و النقصان“۔ مولانا حکیم سید برکات احمد ٹوکی نے ”الصمصام القاضی لرأس المفتوی علی اللہ الکذب“ اور مفتی محمد

عبداللہ ٹوکی نے ”عجالة الراكب لی امتناع کذب الواجب“ لکھ کر عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ کا رد بلیغ فرمایا۔

اس دور کے اختلافات اور ان کے نتائج کا ذکر یہیں چھوڑ کر اب آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔ خلاصہ بحث کو سمجھنے کیلئے مشہور نقشبندی مجددی عالم مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (متوفی ۱۹۹۳ء) کی یہ تحریر کافی عبرت انگیز ہے۔

”حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانہ سے ۱۲۴۰ھ (مطابق ۱۸۲۵ء) تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔“

اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے، اور شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بچے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبد الواب نجدی کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ ”رد الاشراک“ ان کی نظر سے گزرا۔ اور اردو میں انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آڑ لے کر شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی نہ، کوئی اہل حدیث نہ، کسی نے اپنے کو سلفی نہ۔

ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات (بے ادبی و گستاخی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ (ص ۹)۔ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، از مولانا ابوالحسن زید دہلوی، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، چتلی قبر، دہلی ۶)

محبت الرسول تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) اور مولانا امیر احمد بن مولوی امیر حسن سہوانی (م ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء) کے درمیان مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر پر ۱۸۷۱ء میں شیخوپورہ بدایوں میں مناظرہ ہوا۔ مولانا ندیر

احمد سہسروانی (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) نے اس کے مفصل حالات و مباحث مناظرہ احمد یہ مطبوعہ شعلہ طور کانپور ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں تحریر کر دیے ہیں۔ مولانا امیر احمد و مولانا نذیر احمد مولانا محمد احسن نانوتوی کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ لوگ اثر ابن عباس کو دلیل بنا کر مختلف طبقات ارض میں آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح دیگر انبیاء مانتے تھے، اور یہ اس لئے تھا کہ حضور ﷺ کی نظیر ممکن ہی نہیں بلکہ ثابت بھی کی جاسکے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں۔

”یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ میں علماء بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔ بریلی میں اس مجاز کی قیادت مولانا نقی علی خان کر رہے تھے اور بدایوں میں مولانا عبدالقادر بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے۔“ (ص ۹۴۔ مولانا محمد احسن نانوتوی مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مکتبہ عثمانیہ کراچی ۱۹۶۶ء)

مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا سید حسین شاہ محدث رام پوری، مولانا عبد العلّیٰ رامپوری، مفتی نور النبی رامپوری و دیگر علماء اہلسنت نے مذکورہ خیال کو نص قرآنی کے معارض عقیدہ فاسدہ قرار دیا۔ حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری نے لکھا کہ اس پر عقیدہ رکھنا اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے۔ خاتم النبیین معنی آخر النبیین حضور ﷺ ہیں۔ حدیث شاذ ہے۔ (ص ۲۶۔ تنبیہ الجہال مرتبہ مفتی حافظ بخش آنولوی)

نظیر محمدی، ختم نبوت، اثر ابن عباس کی بحث طول پکڑتی گئی، اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد قاسم نونانوتوی نے تحذیر الناس کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا

زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ (ص ۳۰۔ تحذیر الناس۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔“ (ص ۳۴۔ تحذیر الناس)

اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد فاضل کے اندر مولانا محمد قاسم نانوتوی رقمطراز ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستوں ہی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گزشتہ بعض، نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگری دانی اس سخنے است کہ نہ مدے است در آں نہ ذے۔ (ص ۵۵ قاسم العلوم مکتوب اول)

ترجمہ: خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گزشتہ انبیاء کے زمانہ سے آخر ہے۔ اور اب کوئی نبی نہ آئے گا۔ مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے جس میں نہ کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں :-

”جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے۔ کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔ بجز مولانا عبدالحی کے“ (ص ۵۸۰۔ ملفوظ ۹۲۔ جلد چہارم۔ الافاضات الیومیہ۔ مطبوعہ دیوبند)

مولانا محمد شاہ پنجابی، مولانا فضل مجید بدایونی، مولانا ہدایت علی بریلوی، مولانا فصیح الدین بدایونی اور شیخ محمد تھانوی و دیگر علماء نے تحذیر الناس کے خلاف کتابیں لکھ کر اس کے مشتملات کی زبردست تردید کی۔

حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی

مشہور کتاب انوار ساطعہ کے جواب میں مولانا خلیل احمد انیسوی سہارنپوری نے براہین قاطعہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس پر مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصدیق ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے علم مبارک اور ابلیس لعین کے بارے میں تقابل کا براہین قاطعہ میں یہ دل خراش اسلوب بیان اپنایا گیا ہے۔

”الحاصل! غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ (ص ۵۵۔ البراہین القاطعہ مرتبہ مولانا خلیل احمد انیسوی۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

۱۳۰۳ھ میں لکھی گئی براہین قاطعہ کے خلاف بھی شورش ہوئی۔ علماء اہل سنت نے اس کے مخالفت کی۔ ۱۳۰۶ھ میں بھاول پور (پنجاب) میں نواب محمد صادق عباسی نواب بھاول پور کے انتظام و انصرام میں مناظرہ ہوا۔ جہاں مولانا خلیل احمد انیسوی ملازمت کر رہے تھے۔ مولانا محمود حسن دیوبند اور مولانا خلیل احمد انیسوی نے اس مناظرہ میں براہین قاطعہ کا دفاع کیا۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری مناظرہ تھے۔ شیخ المشائخ شاہ غلام فرید اس مناظرہ کے حکم تھے۔ پوری روداد تقدیس الوکیل عن توهین الرشید والخلیل کے نام سے مرتب ہو کر چھپ چکی ہے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا خلیل احمد انیسوی کے درمیان یہ مناظرہ تحریری تھا۔ مولانا دستگیر کی اعتراض یہ ہے۔

”نفیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے۔ یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔“ (ص ۱۹۳ تقدیس الوکیل)

حاجی امداد اللہ مساجر کی اور پایہ حرین مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے علماء اہل سنت کے موقف کی تائید اور مولانا غلام دستگیر قصوری کی حمایت کرتے ہوئے تقدیس الوکیل کی تحریری تصدیق کی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مولانا خلیل احمد انیسوی کے موقف کی تحریری تصدیق کو رد کرتے ہوئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں۔

”میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا۔ مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے، بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے۔ اور اس عقیدہ کے خلاف کو شرک فرمایا“ (ص ۳۱۹۔ تقدیس الوکیل)

۱۳۱۹ھ میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے علم غیب سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے حفظ الایمان کے نام سے ایک کتابچہ لکھا۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کے علم کی تشبیہ دیتے ہوئے یا اس کی مقدار و کیت بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسا یا تا علم تو پاگل و مجنون و حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ اصل عبارت یہ ہے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(ص ۸۔ حفظ الایمان۔ مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

حضرت سید محمد جیلانی قادری حید آبادی کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین اس عبارت اور اس کی قباح و شاعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

”میرے دادا (سید محمد جیلانی قادری) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی

اشرف علی کار سالہ "حفظ الایمان" لائے۔ اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔

اس کے چند روز بعد مسجد (حید آباد) میں مولوی اشرف علی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بونے کفر آتی ہے۔

پھر چند روز بعد مولانا حافظ (محمد) احمد (فرزند مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا۔ چونکہ حافظ (محمد احمد) صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا۔ اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے دن بعد خواب میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ آپ سے حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو افسح کرنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ سے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو؟

آپ نے عرض کی! میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں۔ اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں مقیم رہے۔ اور ۱۳۶۲ھ میں رحلت فرما گئے۔ (ص ۶۱۶۔ مقامات خیر شاہ ابو الخیر اکیڈمی چٹلی قبر دہلی ۶)

کوٹھی الہی بخش میرٹھ میں ایک بار حضرت مولانا ابو الخیر نقشبندی مجددی دہلوی قیام پذیر تھے ایک موقع پر آپ کی مجلس میں حافظ محمد احمد فرزند مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا اشرف علی تھانوی بھی حاضر تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری

کے ایک حامی بزرگ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ دی۔ حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی نے اسے سخت ناپسند کیا۔ اور آپ نے۔

مولوی اشرف علی سے کہا۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے؟ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے۔ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

مولوی (اشرف علی) صاحب نے کہا۔ میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا! تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے؟ (ص ۱۱۔ بزم خیر از زید۔ شاہ ابو الخیر اکیڈمی چٹلی قبر دہلی ۶)

ابتداء اور انتہاء دونوں آپ کے سامنے ہے۔ محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نشور ضلع جبور لکھتے ہیں کہ جب شاہ محمد اسماعیل دہلوی اپنے متعلقین و معاونین کے ساتھ دہلی سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہنچے اور اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی تو۔

"اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے۔ ان کے کشف و کرامات کی اس زمانہ میں بڑی شہرت تھی۔ مولوی اسماعیل بحث و مباحثہ کے ارادہ سے ان سے ملنے گئے۔ مگر کہتے ہیں کہ صوفی صاحب کا تصرف غالب رہا۔ بحث شروع کرنے سے باز رہے۔ رخصت کے وقت مولوی اسماعیل نے فرمایا کہ فرنگی بھٹی (لکھنؤ) کے مولوی بہت گمراہ ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا۔ ان گمراہوں سے جہاد کروں گا۔ مولوی عبدالرحمن صاحب نے کہا کہ صاحبزادے! جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے۔" (فریاد المسلمین۔ مطبوعہ مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء مؤلفہ محمد حسین)

سید احمد رائے بریلوی صاحب کی تحریک اور شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کی تحریر میں مسلک اسلام اور مسلک ولی اللہی سے انحراف اور اس کے نتائج و عواقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ سندھی صاف صاف اس طرح اظہار خیال

کرتے ہیں۔

”تحریک ولی اللہی میں تاریخی انحراف کے بعد جو موز آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی، جائے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنی وہ ایک علیحدگی پسند اور فرقہ پرستانہ تحریک بنی گئی۔ سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا حشر یہ تو ہوا ہی۔ اس کا رد عمل اس تحریک کے دوسرے حصے تحریک دیوبند پر بھی ہوا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس بر عظیم کے مسلمانوں کی غالب اکثریت دیوبندی ہے۔ جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی۔“ (ص ۳۴۹۔ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی مرتبہ پروفیسر محمد سرور)

ہندوستان کے اندر ۱۲۲۰ھ / ۱۸۲۵ء کے بعد سے پیدا ہونے والے مسلکی اختلاف و اسباب اختلاف و شخصیات و اصحاب اختلاف کی اجمالی تاریخ قارئین کی نظر میں آجکی ہوگی، اب مسلک اہل سنت کی نمائندہ شخصیات کی اجمالی فہرست بھی نذر قارئین کی جا رہی ہے۔

تیرہویں صدی ہجری :-

حضرت علامہ عبد العلیٰ فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۱۳۳ھ وصال ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ محمد اجمال آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۳۳ھ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ وصال ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ وصال ۱۲۴۰ھ)۔ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رامپوری (ولادت ۱۱۹۶ھ وصال ۱۲۳۶ھ)۔ حضرت شاہ آل احمد ایچھے میاں برکاتی مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ وصال ۱۲۶۲ھ) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلوری (ولادت ۱۱۹۱ھ وصال ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رامپوری (ولادت ۱۲۱۷ھ وصال ۱۲۷۷ھ) حضرت علامہ حضرت غلام فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ وصال ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ

عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ وصال ۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ وصال ۱۲۸۹ھ) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ وصال ۱۲۹۶ھ) حضرت مولانا تقی علی بریلوی (ولادت ۱۲۲۶ھ وصال ۱۲۹۷ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

چودھویں صدی ہجری :-

حضرت مولانا عبدالحیٰ فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۶۲ھ وصال ۱۳۰۲ھ) حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری (ولادت ۱۲۳۸ھ وصال ۱۳۱۱ھ) حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ وصال ۱۳۱۳ھ)۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (ولادت ۱۳۱۵ھ) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ وصال ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری ثم جوپوری (ولادت ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (ولادت ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ، وصال ۱۳۴۰ھ) حضرت شاہ ابو الخیر نقشبندی دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ، وصال ۱۳۴۱ھ) حضرت شاہ علی حسین اشرفی پکھو چھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ وصال ۱۳۵۵ھ) حضرت میر سید مر علی شاہ گولڑوی (ولادت ۱۲۷۴ھ وصال ۱۳۵۶ھ)

حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری (لاہور) حضرت علامہ مولانا محمد سرور احمد چشتی قادری (فیصل آباد) حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ملتان) حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (سیال شریف، سرگودھا) حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (بجیر پور) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (گجرات) حضرت مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی (سرگودھا) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

گزشتہ صفحات میں پیش کردہ حوالہ جات اور بعض دیگر عبارات جو ضلالت و کفریات پر مشتمل ہیں۔ (دعوت فکر مرتبہ مولانا محمد نقشبانی قصوری مطبوعہ پاک وہند

میں اس طرح کی تقریباً بھی عبارتوں کا عکس دیکھا جاسکتا ہے) جن سے شان الوہیت و ناموس رسالت پر زور اور استزد پرستی ہے، یہی دراصل ملت اسلامیہ ہند کے درمیان تفریق و اختلاف و انتشار کا سبب بنیں۔ اور سرزمین ہند مذہبی و مسلکی میدان کارزار میں تبدیل ہو گئی۔ جس کی چنگاریاں آج بھی شہر شہر قریہ قریہ اڑا کر اسلامیان ہند و پاک کے جسم و روح کو جھلسا رہی ہیں۔

تحریک تقدیس رسالت و دفاع مسلک الہسنت کے باب میں محبت الرسول تاج الجول مولانا عبدالقادر بدایونی (فرزند علامہ فضل رسول بدایونی) تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (فرزند علامہ نقی علی بریلوی) خلیفہ مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے اپنے وقت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان دونوں حضرات کو مارہرہ ضلع ایٹ (یوپی) سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بہت وادعات کے ساتھ اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور دونوں کا مرکز عقیدت مارہرہ مظہرہ ہی تھا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے امتیازی وصف عشق و محبت رسول کے بارے میں ان کے حقیقی پڑپوتے حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی لکھتے ہیں۔
 "انہوں (حضرت فاضل بریلوی) نے عشق و محبت رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ اور ان کے جملہ اقوال و افعال پر عشق رسول اللہ ﷺ ایسا چھایا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سر تاپا عشق رسالت مآب ﷺ میں فنا تھے تو یہ بات ان کی زندگی کی بالکل صحیح عکاسی ہوگی۔ عشق رسول ﷺ ہی ان کی زندگی تھی اور عشق رسول ﷺ ہی ان کا پیغام تھا۔۔۔۔۔"

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان کا عشق دیوانگی نہیں تھا۔ جس میں ہوش و خرد کی قید و بند سے آزادی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کا عشق مرضی محبوب میں فنایت سے

عبارت تھا۔ اور یہ عشق کا وہ بلند و بالا مقام ہے جہاں آدمی کی اپنی کوئی خواہش اور اس کا کوئی ارادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی حرکات و سکنات کی طرح اس کا ارادہ بھی مرضی محبوب کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کو حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔
 وان یکون هو اذ تبعنا لما جنت به کہ آدمی کی خواہش اس دین کے تابع ہو جائے جو آقا کے نامدار مدنی تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے تھے۔

ان کی ساری دینی و علمی کاوش میں یہی روح کار فرما تھی اور اس کے لئے آپ کی کتاب مقال عرفاء بعارض شرع و علماء کا مطالعہ کافی ہے۔ جس میں آپ نے شریعت کا اعزاز اور اس کا مقام ظاہر کیا ہے۔ اور شرع سے آزاد صوفیوں کا رد بلیغ کیا ہے۔ اور اپنی بہت ساری دوسری تصانیف میں خلاف شرع رسوم پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ اور ان سے اجتناب کی مسلمانوں کو تعلیم دی ہے۔ مثلاً فرضی قبروں کی زیارت، مزارات پر عورتوں کا جانا، غرس کے موقع پر میلے اور تماشے، سجدہ تعظیمی، تعزیہ داری، وغیرہ۔ ان سب سے بچنے کی اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ (ہفت روزہ هجوم نئی دہلی۔ شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی خطیب و امام مسجد فتح پوری دہلی کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی) لکھتے ہیں۔

(۱) (امام احمد رضا) محدث بریلوی شان الوہیت و شان رسالت میں ایسے کلمات کا استعمال خلاف ادب خیال کرتے تھے جو بظاہر حق معلوم ہوں مگر ساتھ ہی گستاخانہ بھی ہوں۔ اس قسم کے کلمات مولوی محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس میں۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان میں۔ مولوی خلیل احمد امین دہلوی کی البراہین القلادہ میں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان میں۔ مولوی محمود الحسن کی الجہد المقتل میں محدث بریلوی کے خیال میں موجود ہیں۔ جب کہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس کی مراد وہ نہیں جس سے گمراہی مترشح ہوتی ہے، کیوں کہ گستاخی ان

کے نزدیک بھی حرام ہے۔ مگر محدث بریلوی کا یہ موقف ہے کہ چونکہ وہ عبارات اردو میں عام فہم ہیں اس لئے اہل زبان اس سے جو مراد لیتے ہیں وہی مراد لی جائے گی اور اسی پر حکم لگایا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ محدث بریلوی اس کے قائل تھے کہ حضور ﷺ کے محامد و محاسن جو قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں وہ من و عن بیان کئے جائیں تاکہ آپ کی شخصیت ابھر کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی عزت و عظمت قائم رہے۔ جب کہ علماء دیوبند احتیاط کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمان حد سے بڑھ سکتے ہیں۔

(۳) محدث بریلوی مجالس عید میلاد النبی ﷺ کو جائز و مستحسن خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند اس قسم کی مجالس کے خلاف تھے۔

(۴) محدث بریلوی محافل میلاد النبی ﷺ میں قیام کو مستحب خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند اس کو بدعت تصور کرتے تھے۔

(۵) محدث بریلوی اعراس کو (بشرطیکہ ان میں خلاف شرع بات نہ ہو) جائز خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند انہیں ناجائز خیال کرتے تھے۔

(۶) فاتحہ خوانی (بشرطیکہ اس میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو) محدث بریلوی کے نزدیک جائز تھی مگر علماء دیوبند اسے بدعت خیال کرتے تھے۔

چند سطروں کے بعد پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

علماء دیوبند کے مرشد طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر کی تقریباً تمام امور میں محدث بریلوی کے خیالات سے متفق تھے اور انہوں نے دونوں مکاتب فکر میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک رسالہ (نام فیصلہ ہفت مسئلہ) تحریر کیا تھا۔ مگر علماء دیوبند نے ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔

(ص ۲۷-۳۸) امام احمد رضا محدث بریلوی۔ مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد

مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی

سلف سے خلف تک کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سنگین جرم اور کھلا بواکفر ہے۔ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین میں اس کی تصدیقات موجود ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

”رسول اللہ ﷺ کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو موہم توہین ہوں گے تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔“ (ص ۱۶۵، جلد دوم۔ مکتوبات شیخ الاسلام)

اسی طرح الحاد و زندقہ بھی کفر ہے اور ثبوت شرعی کے بعد ضروریات دین کے منکر کی تکفیر فرض ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی منتظم مدرستہ الاصلاح سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

”مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چوں کہ مدرسہ انہیں دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسہ الاصلاح مدرسہ کفر و زندقہ ہے، یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔“ (ص ۷۵-۷۴ حکیم الامتہ۔ مرتبہ عبد الماجد دریابادی)

مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید و خلیفہ مولانا عبد الماجد دریابادی نے مولانا شبلی نعمانی و مولانا فراہی کے علم و فضل، عبادت و ریاضت، دینی و علمی خدمات پر مشتمل ایک مفصل خط لکھ کر مولانا تھانوی کی بارگاہ میں صفائی پیش کی، تو تھانوی صاحب نے انہیں جواب دیتے ہوئے لکھا۔

”یہ سب اعمال و احوال ہیں۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد احوال، اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال و احوال جمع ہو سکتا

ہے“ (ص ۶۷-۶۸ حکیم الامتہ)

اس موضوع پر اہم معلومات اور مزید تحقیق کیلئے کتاب الشفاء از قاضی عیاض مائیں اندکی وغیرہ کے علاوہ یہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔ الصارم المسلول از ابن تیمیہ۔ اکفار الملحدین از انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ اشد العذاب از مرتضیٰ حسن در بھجوی ناظم تعلیمات دیوبند۔ دوئی کتابوں۔ ناموس رسول اور قانون توہین رسالت از جسٹس محمد اسماعیل قریشی مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور۔ گستاخ رسول کی شرعی حیثیت مرتبہ مفتی محمد گل رحمن قادری (انگلینڈ) مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی۔ کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

عظمت الوہیت و ناموس رسالت کا علماء اہل سنت نے اپنے اپنے طور پر تحفظ اور اس کے خلاف حملوں کا مجاہدانہ دفاع کیا۔ انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی اپنے قلم کے ذریعہ مسلک اہل سنت کی حمایت و صیانت کی۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ العطاویۃ فی الفتاوی الرضویہ۔ جد المقتار علی رد المحتار۔ حقائق نقوش۔ الدولۃ۔ سکیہ اور دیگر سینکڑوں کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ اسی دینی خدمت کی ایک مضبوط کڑی فتاویٰ الحرمین برجعت ندوۃ البین (۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) اور حسام الحرمین (۱۳۲۳ھ) بھی ہے۔ جس میں آپ نے کفریات مذکورہ کے خلاف شرعی حکم صادر کر کے علماء حرمین سے تصدیق حاصل کی ہے۔ تفصیل و تحقیق کے لئے دیکھیں۔ فاضل بریلوی اعلاء حجاز کی نظر میں۔ مطبوعہ ہندوپاک۔ مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد۔

بیت فقیہ و مفتی ہزاروں فتاویٰ آپ نے لکھے اور ہر طرح کے سوالات کے علمی و تحقیقی جوابات دیئے۔ یہ خدمت دوسرے معاصر علماء اہل سنت نے بھی انجام دی ہے، لیکن علماء اہل سنت کے نمائندہ و ترجمان کی حیثیت سے آپ کو امتیازی مقام حاصل ہو گیا۔ انکار فاسدہ و خیالات باطلہ کی تردید کے میدان میں آپ چونکہ صف

در صف شکن تھے اس لئے وہایت اور اس کی متعدد شاخوں کے استیصال میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اسی لئے آپ مختلف اہتمامات و الزامات کی زد میں بھی آ گئے۔ خود تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں۔

اسمعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھاپی ہوتی ہے وہ اتنا اور مادہ دیتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب کو کہہ دیا پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔

غرض! جیسے جس کا زیادہ متفقہ پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آباد مرحوم مغفور سے جا کر جڑی کہہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیہ کریمہ ان جاءکم فاسق بنیاً فنبأ فتنینوا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا۔ جس کے بعد یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتی لکھ کر ارسال ہوا اور مولانا نے مفتی کذاب پر لا حول شریف کا تحفہ بھیجا۔ (ص ۶۵-۶۶) تمہید ایمان از امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور) اہل سنت کے معتمد و متبحر عالم دین مولانا سید احمد سعید کاظمی امر دہوی (انوار العلوم ملتان) لکھتے ہیں۔

”مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا۔ ہم اس کی تکفیر میں تاہل نہیں کریں گے۔ خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی۔ لگی ہو یا کانگریسی۔ نیچری ہو یا ہندو۔ اس سلسلہ میں اپنے پرانے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایک لگی نے کلمہ کفر بولا تو ساری لیگ معاذ اللہ کافر ہو گئی۔ یا ایک ہندو نے التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ہندو مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی کفری عبارات کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔

ہم اور ہمارے اکابر نے بار بار اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنؤ والے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنہوں نے معاذ اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبان ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مضموم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں۔ اور گستاخوں کو مومن، اہل حق، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں۔

اور بس! ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی۔ ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے۔ اگر ان کو ٹٹولا جائے۔ تو وہ بہت قلیل ہیں اور محدود۔ ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا۔ نہ لگی نہ ہندو۔ ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ (ص، ۲۴-۲۵ الحق المسکین۔ از علامہ سید احمد کاظمی۔ مطبوعہ ملتان)

متواتر طور پر عہد رسالت و دور صحابہ و تابعین سے منقول و معمول جو عقائد و اعمال قدیم کتب تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف و سیرت و تاریخ میں موجود ہیں۔ وہی اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال ہیں۔ علماء فرنگی محل لکھنؤ، و خیر آباد و دیوبند بریلی نے تجزیہ و تقریر کے ذریعہ ہمیشہ انہیں کی دعوت دی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق

محمد دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کی تعلیمات و نظریات کے صحیح داعی و ترجمان بھی ہیں۔ جو اسلام کے وارث و امین ہیں۔ جو کسی و خیل فکر، جدید نظریہ اور غیر اسلامی خیال کو ایک لمحہ کے لئے بھی قبول یا مدعا برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اپنی قدیم وراثت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور اسے ہی اپنے اور دیگر مسلمانان عالم کیلئے سرمایہ سعادت و ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کہتے ہیں۔

”سنی وہ ہے جو مالنا علیہ واصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت، اور متاخر علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم مولانا عبدالحق فرنگی محل، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مفتی ارشد حسین رامپوری، اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مسلک پر ہوں، ہر محکم اللہ تعالیٰ۔“ (ص، ۹، الفقیہ امرتسر۔ ۲۱ اگست ۱۹۲۵ء)

مسلمانوں کی اعتقادی و معاشرتی اصلاح کے لئے اپنے قادی کے اندر دیگر علماء اہل سنت کی طرح امام احمد رضا بریلوی نے جابجا تاکید کی۔ جو چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں مطبوع ہیں۔ انہیں پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ شریعت اسم اور اتباع شریعت ہر مسلمان پر لازم ہے، بدعات و منکرات سے اجتناب ضروری ہے۔ بے علم سو فی اور شریعت پر عمل نہ کرنے والا شیطان کا سچا ہے۔ کفار سے مشابہت، بد مذہبوں سے میل جول، میلہ جنود میں شرکت ناجائز ہے۔ عبادت بنیت سے غیر خدا کیسے عبادہ شرک اور سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ نسبت پر فخر کرتے ہوئے کسی مسلمان کی تعظیم ناجائز ہے۔ تعزیہ داری بدعت و ناجائز ہے، باب و مزامینہ کے ساتھ

قوالی ناجائز ہے۔ زیارت قبور کیلئے عورتوں کا سفر ناجائز ہے۔ تصویر کشی ناجائز ہے۔ صلح، رخصت، دح، وغیرہ لکھنا ناجائز ہے۔ قرضی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ میت کے لئے ایصال ثواب اور اس کے لئے مخصوص کھانے سے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا جائز۔ مگر بطور دعوت کسی کو بھی شریک طعام کرنا ناجائز ہے۔ وغیرہ وغیرہ تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب "امام احمد رضا اور رد دعوات و منکرات" مطبوعہ ہندوپاک۔

سواذ اعظم اہل سنت و جماعت کی طرح علماء ہدایوں و خیر آباد و بریلی و مشائخ مارہرہ و کچھوچھ و غیرہ انبیاء و صالحین سے توسل، تبرکات و آثار کی زیارت، مزارات مقدسہ کی زیارت، ممنوعات سے خالی اعراس، میلاد و قیام و فاتحہ و ایصال ثواب وغیرہ کے جواز و استحباب کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ جو اسلاف کرام کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے اور آج بھی عالم اسلام کی نوے فیصد آبادی میں اس کا دستور و رواج ہے۔ تازہ ترین عربی کتاب "مفہیم یجب ان تصحیح" مولفہ سید محمد بن علوی مالکی مکی (طبع اول ۱۹۸۵ء) میں ان معمولات و مراسم اہل سنت کی تفصیل و تحقیق درج ہے۔ پیچیسویں موجودہ علماء عرب و افریقہ کی تحریری تصدیق بھی اس کتاب کے اندر شامل ہے۔ جن میں کئی ایک علماء رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے خصوصی ارکان ہیں۔ اصالح فکر و اعتقاد کے نام سے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے جو ہندوپاک دونوں جگہ چھپ چکا ہے اور بآسانی دستیاب ہے۔

دلی الہمی سلسلہ تصوف کی معرکہ الآراء کتاب "انفاس العارفین" کے اردو مترجم سید محمد فاروق القادری مذکورہ چند معمولات اہل سنت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ذرا سوچئے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم، شیخ ابو الرضا، امیر اہل اللہ مولانا شاہ عبدالعزیز، کیا یہ سارے کے سارے بریلوی تھے؟ ہند کی ہر زمین میں اہل حق مولانا شاہ احمد رضا بریلوی اور دارالعلوم دیوبند کا وجود بھی نہیں تھا کہ

یہ عیش چھری ہیں"

برصغیر کی خاموش اور پرسکون فضا میں سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کو چونکا دیا۔ سوء اتفاق سے وہ اسی کا ندان کے ایک فرد شاہ محمد اسماعیل کی تقویۃ الایمان تھی۔ جس کی فکر ناموس، دعوت میں اجنبیت، اور انداز بیان جارحانہ تھا۔

وہائی سو کتابوں کی ایک سٹ مہری نظر سے گذر چکی ہے جو تقویۃ الایمان کے چھپتے ہی مختلف زبانوں میں مختلف علاقوں سے اس کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ اس سے ٹوٹی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں، علماء و اہل خانقاہ نے اس کتاب کو کس حیثیت سے دیکھا۔؟

ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ ہم بیک جنبش قلم سارے برصغیر کے علماء، صوفیہ، فقراء اور عوام کے متعلق یہ کہہ دیں کہ وہ نعوذ باللہ سارے کے سارے شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور پہلی بار شاہ محمد اسماعیل ان کو حقیقی توحید سے آشنا کر رہے تھے۔

آخر شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسماعیل میں کتنا فاصلہ ہے؟ کیا اس درمیانی عرصہ میں سارا برصغیر کفر و شرک کی لپیٹ میں آگیا تھا؟ اور اگر پہلے سے تھا تو خود حکیم الامتہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز نے یہ تشدد اور یہ زبان کیوں استعمال نہ فرمائی؟

حقیقت تو یہ ہے کہ سواذ اعظم کے مسلک سے بہت گروہ پہلی آواز تھی جو برصغیر میں بونجی، جسے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کی صدائے بازگشت تو یقیناً کہا جاسکتا ہے مگر اسے دلی الہمی فکر اور معمولات کا ترجمان ہرگز نہیں کہا جاسکتا (ص ۱۸-۱۹ انفاس العارفین، مکتبہ الفلاح دیوبند)

خیر آباد و ہدایوں و بریلی کے علماء اہل سنت کی تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ تحریک دہائیت کے رد عمل کے طور پر عالم وجود میں آئی تھی۔ جس کی اپنے

وقت میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے پرجوش قیادت کرتے ہوئے مسلک اسلاف و مسلک جمہور کی تائید و حمایت کی۔ اور مندرجہ ذیل علماء کرام نے خصوصیت کے ساتھ آپ کا تعاون کیا۔

حضرت مولانا صنی احمد محدث سورتی، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت سید محمد دیدار علی الوری، حضرت مولانا حامد رضا قادری، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری، حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی، حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی، حضرت مولانا عبدالنعیم صدیقی میرٹھی، حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری، حضرت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا شمس علی لکھنوی، حضرت مولانا کرامت اللہ دہلوی، حضرت مولانا حسین رضا بریلوی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس سلسلہ کے موجودہ علماء اہل سنت میں چند نمایاں نام یہ ہیں۔ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی عبدالمنان مبارک پوری، حضرت مفتی غلام محمد رضوی، حضرت سید محمود احمد رضوی لاہوری، حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری، حضرت مفتی ظفر علی نعمانی، حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی، حضرت سید محمد بنی اشرفی کچھوچھوی، حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا محمد عبدالنعیم شرف قادری، حضرت شاہ تراب الحق قادری، حضرت سید حامد اشرف کچھوچھوی، حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی وغیرہم۔

پتہ ممتاز مدارس اہل سنت کے نام یہ ہیں۔ مظہر اسلام بریلی، مظہر اسلام

بریلی، الجامعة الاشرفیہ مبارک پور، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دارالعلوم امجدیہ کراچی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دارالعلوم اسحاقیہ جودہ پور، مرکز الثقافت السنیہ کالی کٹ کراچہ، جامعہ سعیدیہ کاسر کوڈ کراچہ، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ٹی ڈبلی، دارالعلوم امجدیہ ناگ پور، دارالعلوم فیض الرسول برائوں شریف، جامعہ حمیدیہ رضویہ تارس، جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالعلوم نعیمیہ کراچی، الجامعة الاسلامیہ روناہی فیض آباد، دارالعلوم علمیہ حمد اشرفی ہستی، دارالعلوم محمدیہ ممبئی، فیض العلوم جمشید پور، ضیاء الاسلام روزہ بنگال، انوار القرآن برام پور، دارالعلوم غریب نواز الہ آباد، احسن المدارس کانپور، دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ وغیرہ وغیرہ۔

نشریاتی و اشاعتی کام کرنے والے چند ادارے یہ ہیں۔ سنی دارالاشاعت مبارک پور، مجمع الاسلامی مبارک پور، مرکزی مجلس رضا لاہور، رضا اکیڈمی لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی رابطہ انٹرنیشنل، کراچی، مکتبہ قادریہ، لاہور، المآثر پبلی کیشنز، لاہور، رضا فاؤنڈیشن لاہور، فرید بک سٹال، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور، ادارہ افکار حق بانسی پور، مکتبہ جام نور دہلی، فاروقیہ بھٹ پور دہلی، رضوی کتاب گھر دہلی، مکتبہ نعیمیہ دہلی، قادری کتاب گھر بریلی، قادری بھٹ پور بریلی، وغیرہ وغیرہ۔

ماہنامہ "کنز الایمان" دہلی، ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور، ماہنامہ "جہان رضا" لاہور، ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی، ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی، ماہنامہ "طیب" لاہور، ماہنامہ "نہجین" کوئٹہ راجستھان، ماہنامہ "صراط المستقیم" اودے پور راجستھان، ماہنامہ "ماہ طیبہ" جود پور راجستھان، ماہنامہ "الکواثر" سرگرم، ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، ماہنامہ "خیائے حرم" لاہور وغیرہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

ان سب کی تبلیغ و دعوت کا مرکز و محور یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ (یا اللہ)

ہمیں سیدھی راہ چلا۔ ان کی راہ جن پر تیرا انعام ہے۔ ان کی نہیں جن پر تیرا غضب ہے اور نہ ان کی جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

برصغیر میں انعام الہی سے سرفراز مندرجہ ذیل بزرگان دین و اسلاف کرام ہیں جن کی راہ پر چل کر آج کے مسلمان بھی انعام الہی کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین خٹیار کاکی، حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری، حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت مخدوم جہانیاں جمال گشت، امیر کبیر سید علی ہمدانی، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، وغیرہم۔
رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے برصغیر کو دولت اسلام و ایمان سے مالا مال کر کے اسے مطلع انوار بنایا۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کے نقش پا چراغ

یہ جدھر گزرے اوھر ہی روشنی ہوتی گئی

(مطبوعہ صفحہ ۵۶ تا ۷۴، ہندوستانی مسلمان حصہ دوم، جلد ۷، شمارہ

۱۶، ۹۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء مطابق ۶ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ، سہ روزہ دعوت ابوالفضل

انکلیف نئی دہلی ۲۵)

(ماہنامہ کنزالایمان دہلی، شمارہ دسمبر ۱۹۹۹ء)

ملک کی فضاؤں کو یارِ سولہؐ کی صداؤں سے گہریز کرنے، نظامِ مصطفیٰؐ کی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور ناموس رسالت، آپؐ کے خلاف ہر طاقت، ہر کوشش اور ہر اقدام کے خلاف غلامانِ رسولؐ کی شیرازہبری کے لیے

ایک عزم ایک تحریک

2 روزہ انٹرنیشنل

سُنی کا نفرنس

قلعہ کھنڈ، قاسم باغ

ملتان

انتہام
2 اپریل 2000ء
بروز تا اربعہ صبح نماز ظہر

آفتاب
2 اپریل 2000ء
بروز تا اربعہ صبح نماز ظہر

جماعت اہل سنت پاکستان